Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

فہرست مضامین

اداریہ: خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

محمد نفیس القادری امجدی مراد آباد ✷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج سارے جہاں میں مسلمانوں کے بے شمار مسائل ہیں، کہ جن کے سبب ظلم وستم کا شکار ہیں، انھیں مسائل کے حوالے سے کچھ خامہ کشی کی جرات کرر ہا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

کہ وطن عزیز ہندوستان میں ۱۰؍ مارچ ۲۰۲۲ء کو پانچ راجیوں کے ودھان سبھا الیکشن کے نتائج آئے جن میں بی جی پی پارٹی کو چار جگہ اور ایک جگہ عام آدمی پارٹی کو اقتدار حاصل ہوا، اور انتخابات کے نتائج سے قبل اور بعد مسلسل مسلمانوں کو ووٹ کے لئے استعمال یا نشانہ ہر پارٹی نے بنایا اور ہر نہج پر مسلمانوں کو پریشان کیا اور کیا جار ہا ہے، چاہے وہ معاملہ شرعی معاملات میں مداخلت طلاق ثلاثہ کا ہو یا حجاب کا، یا سی اے اے، این آرسی، جموں کشمیر سے ہٹائی گئی ۳۷۰۔ کتنے شہروں، قصبوں، بستیوں میں مسلمان کے ساتھ ظلم وستم کیا گیا، کتنی بستیاں اجاڑ دی گئیں۔ آئے دن مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز بیانات اب تو اخبارات کے حوالے سے ملی جانکاری کے مطابق دی کشمیر فائلس فلم جو جھوٹ پر مبنی اور ہندو سماج کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف زہر قاتل کا کام کرے گی منظر عام پر آچکی ہے اور مدارس اسلامیہ کے نصاب کے رد و بدل کی بات عروج پر ہے، جبکہ اسلامیات اور عربی، فارسی، اردو تعلیم ہی مدارس کے قیام کا مقصد ہے۔ ایسے حالات میں کسی سیاسی پارٹی سے امید کرنا، کہ یہ ہماری ہمدرد یا ہمارے مسائل و معاملات کو سنیں، حل کریں یا ہماری آواز اٹھائیں۔ خیالی پلاؤ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اگر آپ سارے جہاں کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں ظلم وستم کا شکار ہیں، ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا اور ان کی شناخت مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے، اس وطن عزیز کے مسلمان بڑے پر آشوب دور سے گذر رہے ہیں۔ کوئی دن ان پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ کسی نئی آزمائش سے دو چار نہ ہوتے ہوں۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک ملک کے طول وعرض میں مسلمانوں کی نسل کشی کی جارہی ہے، انہیں بہانے بہانے سے قتل کیا جار ہا اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کا مستقبل تاریک بنایا جار ہا ہے، یہاں تک کہ ان کی شہریت بھی داؤ پر لگا دی گئی ہے۔ آج ہر جگہ مسلمان خوف کے سائے میں جی رہے ہیں۔ کھلے عام ان کی عبادت گاہوں اور مساجد و مدارس کو منہدم کیا جار ہا ہے اور اس کی جگہ بت خانے تعمیر کئے جارہے اور مسلمانوں کو ذہنی کرب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بابری مسجد کا قضیہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، پانچ اگست ۲۰۲۰ء کو رام مندر کا سنگ بنیاد اور قومی وحکومتی سطح پر اس کی تقریب کا انعقاد عمل میں آیا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کو ایک کھلا پیغام دیا گیا ہے جس کے لئے ہمیں تیار رہنا چاہیے۔ ان حالات سے مسلمانوں کا دل برداشتہ ہونا اور اس کے ذریعہ دل پارہ پارہ ہونا فطری بات ہے۔ وہ کچھ کرنے اور اپنی مساجد کی حفاظت سے قاصر رہے۔ انہوں نے اپنی آنکھیں نم کرلیں، وہ اللہ سے دعا کرنے اور انتقام کی التجا کرنے لگے، انہوں نے اللہ تعالی سے یہ خواہش اور دعائیں کیں۔ کہ اللہ دشمنان اسلام کے اوپر ابابیل کو مسلط کردے، اوران کا حشر ابرہہ کے لشکر والا کردے، یا اپنی قدرت کاملہ سے ان پر آسمان سے پتھر برسا

دے، یا زمین میں انہیں دھنسا دے، یہ ان دعا کرنے والوں کے صدق ایمان کی علامت اور جذبہ ایمانی کا مظہر ہے۔

سختی کی گھڑی اور مصائب ومشکلات اور بحران میں گھرے اور پریشان کن حالات سے دو چار ہونے کے بعد اللہ سے مدد مانگنا بھی عبادت اور مومن کامل کی پہچان ہے۔اس طرح دعا کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کا شیوہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا وطیرہ رہا ہے۔خود اللہ رب العزت جل جلالہ کے نبی کریم ﷺ نے ان حالات میں اللہ سے بڑے الحاح وزاری سے مدد طلب کی اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عمل رہا ہے، اور ہمیں بھی حکم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں اور اسی سے مدد طلب کریں، یعنی باطل جب سر چڑھ کر بولنے لگے، کفر وشرک ہر خشکی وتری میں دندنانے لگے، دشمنان اسلام کا تسلط وغلبہ ملک وقوم پر ہوجائے اور وہ ہر طرح کا ظلم وستم روا رکھنے لگیں، انصاف حکمرانوں کی مرضی کے تابع ہوجائے اور اس کی خرید وفروخت شروع ہوجائے، قوم ظالم حکمرانوں کے خوف سے اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور ہوجائے، امت مسلمہ کمزوری وبے بسی کا شکار ہوجائے، ان کی روشنی ماند پڑ جائے، ان کے سورج میں گہن لگ جائے اور کفر وشرک کے علمبرداروں اور ظالم وجابر حکمرانوں کا ستارہ دمکتا دکھائی دینے لگے، اور مسلمانوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگے تو ہر صاحب ایمان کی زبان سے یہ صدا بلند ہونے لگتی ہے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ ظلم کی انتہا ہوچکی اور مزید سہنے کی طاقت نہیں رہی ہے، پھر اللہ تعالیٰ کب ہماری دستگیری کرے گا، اس شب تاریک کا خاتمہ کب ہوگا، اور کب ہماری صبح طلوع ہوگی، کب وہ وقت آئے گا کہ ہم ملک میں اسلام کا پرچم بلند اور توحید کا جھنڈا پھہرائیں گے، کب حق کی روشنی پھیلے گی اور ملک ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کو منور کرے گی۔

ہر صاحب ایمان کی یہی آرزو وتمنا اور دعا ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں اس پر بھی غور وفکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس طرح اور اس حال میں نہیں آتی جس طرح ہم چاہتے ہیں اور جس حال میں ہم ہیں، بلکہ یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہم کتاب اللہ، حدیث رسول اللہ ﷺ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں، احکام اسلام مضبوطی سے تھامیں، اور اپنے ہر معاملہ میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس سے رہنمائی حاصل کریں، اللہ نے اس کائنات کا ایک نظام بنایا ہے اور یہی نظام جاری وساری ہے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ آگ کو سرد کرسکتا اور اس کی تاثیر کو سلب کرسکتا ہے، وہ پانی کی رقت وسیلان کو ختم کرکے اسے حائل دیوار کی طرح کھڑا کرسکتا ہے، وہ مرد وزن کے اختلاط کے بغیر اولاد عطا کرسکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے جو نظام بنایا ہے اس کے تحت ہی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی مدد کرتا اور اس کی تاریکی کو روشنی میں تبدیل کرتا ہے۔

اسی طرح کے کرب ناک حالات میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلِكُم ۖ مَّسَّتْهُمُ ٱلْبَأْسَآءُ وَٱلضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوا۟ حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ مَتَىٰ نَصْرُ ٱللَّهِ ۗ أَلَآ إِنَّ نَصْرَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ" (سورۃ البقرۃ۔آیت: ۲۱۴)

ترجمہ: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد نہ آئی، پہونچی انھیں سختی اور شدت اور ہلا ہلا ڈالے گئے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے: کب آئے گی اللہ کی مدد سن لو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد جب مسلمانوں کو یہودیوں، منافقوں اور مشرکین عرب سے مختلف قسم کی ایذائیں اور تکلیفیں پہنچیں تو بعض مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی۔جس پر مسلمانوں کو تسلی دی گئی اور یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی۔ یہ آیت غزوہ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچی تھیں اس میں انھیں صبر کی تلقین فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ راہ

خدا میں تکالیف برداشت کرنا قدیم سے خاصانِ خدا کا معمول رہا ہے۔ ابھی تو تمہیں پہلوں کی سی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں۔(خزائن العرفان)

بخاری شریف میں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ سایہ کعبہ میں اپنی چادر مبارک سے تکیہ کیے ہوئے تشریف فرما تھے ہم نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ حضور ہمارے لیے کیوں دعا نہیں فرماتے ہماری کیوں مدد نہیں کرتے فرمایا تم سے پہلے لوگ گرفتار کیے جاتے تھے زمین میں گڑھا کھود کر اس میں دبائے جاتے تھے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے جاتے تھے اور ان میں کی کوئی مصیبت انھیں ان کے دین سے روک نہ سکتی تھی۔ یعنی شدت اس نہایت کو پہنچ گئی کہ ان امتوں کے رسول اور ان کے فرمانبردار مومن بھی طلب مدد میں جلدی کرنے لگے باوجودیکہ رسول بڑے صابر ہوتے ہیں اور ان کے اصحاب بھی لیکن باوجود انتہائی مصیبتوں کے وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے اور کوئی مصیبت و بلا ان کے حال کو متغیر نہ کر سکی۔(خزائن العرفان)

اس لئے "كُلُّ مَا هُوَ آتٍ فَهُوَ قَرِيبٌ"۔ "ہر آنے والی چیز، قریب ہے" اور اہل ایمان کے لئے اللہ کی مدد یقینی ہے، اس لئے وہ قریب ہی ہے۔

سورہ بقرہ والی اوپر کی آیت غزوہ خندق (احزاب) کے موقع پر نازل ہوئی، جبکہ مسلمانوں کو جسمانی ونفسیاتی شدید دباؤ کا سامنا اور مصائب ومشکلات سے نبرد آزما ہونا پڑ رہا تھا، معاشی تنگی کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن گذر جاتے اور صحابہ کو کھانے کے لئے ایک دانہ میسر نہ ہوتا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھے خندق کھودنے میں صحابہ کرام کا ہاتھ بٹا رہے تھے، فاقہ کشی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، سردی اپنے عروج پر تھی، حالات نہایت ناگفتہ بہ اور ناقابل برداشت تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ ساری عرب قوم اور سارے کفر وشرک کی طاقتیں باہم متحد ہو کر اسلام کی بیخ کنی کے لئے مدینہ پر چڑھ آئی تھیں، ان کا دس ہزار کا لشکر جرار ختم کر دینے والا تھا، وہ مسلمانوں کا وجود حرف غلط کی طرح مٹا دینے کا عزم رکھتے تھے کہ بعد میں کوئی اس کا نام تک لینے والا نہ رہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی منظرکشی یوں کی ہے: إِذْ جَآءُوكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُونَا (۱۰) هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (سورۃ الاحزاب ۱۰/۱۱)

ترجمہ: جب کافر تم پر آئے تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جبکہ ٹھٹک (ڈر) کر رہ گئیں نگاہیں اور دل گلوں کے پاس آ گئے اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے (امید و یاس کے) وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کی جانچ ہوئی اور خوب سختی سے جھنجوڑے گئے۔

اس آیت کے تحت صدر الافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس مشکل گھڑی میں جب کہ سارے قبائل عرب اور سارے یہود اسلام کے چراغ کو گل کرنے اور مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تلے تھے، مسلمان ہولناک صورتحال سے دو چار تھے، اور خوف و دہشت سے کلیجے منہ کو آ رہے تھے، ان کا اعتماد و بھروسہ اللہ پر قائم رہا، وہ اپنے دین وایمان پر ثابت قدم رہے، ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے، بلکہ جوان رہے اور اللہ کے حکم کو بجا لانے میں ذرہ برابر پس وپیش نہیں کیا، بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول نے جو کہا اسے مانتے رہے اور دشمنوں کے لشکر جرار کو خاطر میں لائے بغیر ان کے مقابلے پر ڈٹے رہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اللہ نے انہیں فتح وکامرانی سے سرفراز کیا، کفر شکست وریخت سے دو چار ہوا، ہزیمت وشکست خوردگی کا دامن دراز کئے وہ بھاگتے نظر آئے، ذلت ورسوائی ان کا مقدر بنی اور انہیں

ایسی ذلت اٹھانی پڑی کہ وہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے، ان کی شوکت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی اور اس کے بعد انھوں نے چڑھائی کرنے کی کبھی ہمت نہیں کی۔

اس واقعہ میں امت مسلمہ کے لئے بہت بڑا سبق اور واضح پیغام ہے کہ اللہ کی مدد کا ذریعہ کیا ہے، اور کس راستے سے مسلمان اللہ کی نصرت و مدد سے مستفید ہوسکتا ہے۔ اس کائنات رنگ و بو اور اس بساط ارضی پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے یہ نظام بنا دیا ہے کہ یہاں حق و باطل کی کشمکش ہمیشہ جاری رہے گی، ان دونوں کا ٹکراؤ ہوتا رہے گا، اور یہ نظام آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے اور قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا، مگر انجام کار حق کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور جو اللہ سے ڈرنے والے اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والے ہوں گے، اور اس کے حکم کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنے والے ہوں گے، اللہ اسی کو زمین کا وارث بنائے گا۔

اللہ رب العزت جل جلالہ دوسرے مقام ارشاد فرماتا ہے: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ(۵۱) یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ(۵۲) (سورۃ المومن۔ آیت: ۵۱۔۵۲)

ترجمہ: بے شک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے جس دن ظالموں کو اُن کے بہانے کچھ کام نہ دیں گے اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بُرا گھر۔

تفسیر صراط الجنان:

{اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے۔} اس سے پہلی آیات میں جہنم کے اندر کافروں کے باہمی جھگڑے کا ذکر ہوا اور اب یہاں سے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان پر ایمان لانے والوں کا ذکر کیا جارہا ہے کہ دنیا اور آخرت میں ان کی مدد کی جائے گی، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو غلبہ عطا فرما کر، مضبوط حجت دے کر اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے کر دنیا کی زندگی میں ان کی مدد کریں گے اور قیامت کے اس دن بھی ان کی مدد کریں گے جس دن فرشتے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ اور کفار کی تکذیب کی گواہی دیں گے اور اگر اس دن کافر اپنے کفر کے متعلق کسی قسم کا عذر پیش کریں گے تو وہ مانا نہیں جائے گا اور اگر توبہ کریں گے تو وہ قبول نہیں ہوگی اور اس دن وہ اللہ عزّوجلّ کی رحمت سے دور ہوں گے اور جہنم ان کا ٹھکانہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر، المؤمن، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۲، ۹ / ۵۲۳-۵۲۴، خازن، حٰم المؤمن، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۲، ۴ / ۴۷، بغوی، غافر، تحت الآیۃ: ۵۱-۵۲، ۴ / ۸۹، ملتقطاً)

اللہ رب العزت جل جلالہ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ" (سورۃ الانفال، آیت ۵۳)

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز نہیں بدلتا جو اس نے کسی قوم کو عطا فرمائی ہو جب تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں اور بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

تفسیر صراط الجنان:

{ذٰلِكَ: یہ۔} یعنی کافروں کو عذاب دینے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو جو نعمت عطا فرمائی ہے اسے ہرگز نہیں بدلتا جب

تک وہ خود ہی اپنی حالت کو نہ بدلیں اور زیادہ بدتر حال میں مبتلا نہ ہوں جیسے اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کو روزی دے کر بھوک کی تکلیف دور کی، امن دے کر خوف سے نجات دی اور ان کی طرف اپنے حبیب سید عالم ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث کیا، انہوں نے ان نعمتوں پر شکر کرنے کی بجائے یہ سرکشی کی کہ نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا اور ان کی خوں ریزی کے درپے ہوئے اور لوگوں کو راہِ حق سے روکا۔ سُدِّی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت حضرت سید انبیا محمد مصطفٰے ﷺ ہیں۔ (خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۵۳، ۲/ ۲۰۳)

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ-وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔ (سورۃ الرعد، آیت:۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔

[اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ : بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا۔] اس آیت میں قدرت کا ایک قانون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم سے اپنی عطا کردہ نعمت واپس نہیں لیتا جب تک وہ قوم خود اپنے اچھے اعمال کو برے اعمال سے تبدیل نہ کردے۔ (صاوی، الرعد، تحت الآیۃ:۱۱، ۳/ ۹۹۴)

قوم کے عروج وزوال سے متعلق قانون خدا:

قدرت کا یہ قانون ہے کہ کسی قوم کو نعمت دے کر اس وقت تک اس نعمت کو عذاب سے تبدیل نہیں کیا جاتا جب تک وہ قوم خود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اس نعمت کا نااہل ثابت نہیں کرتی۔ گزری ہوئی اور موجودہ قوموں کے عروج وزوال کیلئے یہی اٹل قانون ہے کہ نعمت کا شکر اور حق ادا کرنے پر نعمت بڑھ جاتی ہے اور ناشکری کرنے پر سزا دی جاتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ قدرت کا یہ قانون صرف کافر قوموں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ مسلمان بھی اگر اُسی روش پر چلیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بھی اپنی دی ہوئی نعمتیں واپس لے لیتا ہے اور انہیں بھی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے جیسا کہ مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب کی معرفت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جب تک مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر اور ان کا حق ادا کرتے رہے تب تک عُروج کی ان مَنازل پر فائز رہے کہ دنیا کی بڑی بڑی سپر پاورز ان کے زیرِ نگیں رہیں اور کفار مسلمانوں کا نام سن کر لرزتے رہے اور جب سے مسلمانوں نے نعمت کے شکر اور اس کے حق کی ادائیگی سے منہ موڑا تب سے ان کی طاقت اور کافروں پر تَسلُّط ختم ہونا شروع ہوگیا اور آج مسلمانوں کا دنیا بھر میں حال یہ ہے کافر انہیں برے سے برے نام سے یاد کرتے ہیں اور دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مسلم ملک ہو جو کافروں کا دست نگر نہ ہو۔ اور اسلامی تاریخ میں اس قانون کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جیسے ماضی بعید میں دنیا کے تین برِّ اعظموں پر نافذ مسلم حکومت کا ختم ہو جانا، ۸۰۰ رسال تک اسپین پر حکومت کے بعد وہاں سے سلطنتِ اسلامیہ کے سورج کا غروب ہو جانا، اَسلاف کی بے شمار قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والے مسلمانوں کے پہلے قبلے "بیتُ المقدس" کا یہودیوں کے قبضے میں چلے جانا، اسلام کی متحد حکومت کا بیسیوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانا اور ماضی قریب میں پاکستان کے دوٹکڑے ہو جانا، عراق اور افغانستان پر غیروں کا قبضہ ہو جانا، مسلم دنیا کا کافر حکومتوں کی دست نگر ہو جانا اس قانونِ قدرت کی واضح مثالیں ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آج ہمیں دنیا میں کسی سیاسی پارٹی کے لیڈروں، سیاسی تحریکوں، غیر مسلم تنظیموں سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں آج ضرورت ہے احکام اسلام پر ثابت قدم رہنے کی۔ کہ جو لوگ قرآن وحدیث، احکام شرعیہ کے مطابق اعمال وافعال کرتے ہیں، اللہ ورسول سے محبت کرتے ہیں، اپنے عقائد وایمان کی حفاظت کرتے ہیں اور مضبوطی سے مذہب اسلام پر قائم رہتے ہیں واقعی انھیں دنیا میں کسی کا خوف وڈر نہیں ہوتا۔ اگر خوف وڈر ہوتا ہے تو صرف اللہ کا اور یہی لوگ بارگاہ خداوندی میں مقبول اور دنیا وآخرت میں کامیاب ہوتے ہیں۔

طریق مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

آخری بات:

مسلمانان اہل سنت سے گذارش ہے کہ اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ کریں۔ اور ماہ رمضان المبارک میں مدارس اہل سنت کا خاص خیال رکھیں اور مالی تعاون بھی کریں کہ مدارس اہل سنت اسلام اور قرآن وحدیث کی تعلیم وتربیت کے مرکز ہیں۔ ان مدرسوں میں ہی دین وملت کے امام، حفاظ، قراء، علمائے ربانیین بنائے جاتے ہیں۔

اللہ رب العزت جل جلالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مسلمانوں کے ایمان وعقائد اور مساجد ومدارس کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد نفیس القادری امجدی
صدر المدرسین
جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم
گلڑ یا معافی، مرادآباد، یوپی، الہند
موبائل نمبر 8923604732
شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ/ ۲۷ / مارچ ۲۰۲۲ء۔

درس قرآن

درس سورۂ حجرات آیت نمبر: ۴-۵

مولانا محمد ناظر القادری مصباحی☆

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

علم لغت:

ندا: کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں، کبھی نفس آواز پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے: وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (۱۷۱)

اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ پکار کے سوا کچھ نہ سنے، بہرے گونگے اندھے تو انہیں سمجھ نہیں۔ میں ندا سے مراد آواز و پکار ہے نداء اصل میں ندی سے ہے جس کا معنی نمی اور مونھ کی رطوبت ہے، صوت ندی کے معنی ہیں بلند آواز، آواز کے لیے ندا کا استعارہ اس بنا پر ہے کہ جس کے مونھ میں رطوبت اور نمی زیادہ ہوگی اس کی آواز بھی بلند اور حسین ہوگی اسی سے فصیح شخص کو کثرت ریق سے متصف کرتے ہیں (مفردات القرآن للامام راغب مترجم)

وراء: قران کریم میں لفظ وراء چار مختلف معانی میں وارد ہوا ہے۔

(۱) خلف کے معنی میں ارشاد باری تعالی ہے وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ (۱۸۷)

اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی تو یہ کتنی بری خریداری ہے۔ اس آیت کریمہ میں وراء خلف کے معنی میں ہے۔

(۲): بمعنی امام (سامنے آگے) ارشاد باری تعالی ہے: اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (۷۹)

ترجمہ کنز الایمان، وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا، یہاں وراء امام کے معنی میں ہے۔

(۳): غیر کے معنی میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۷)

ترجمہ کنز الایمان تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اس میں وراء غیر کے معنی میں ہے۔

(۴): بمعنی بعد۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (۷۱)

ترجمہ کنز الایمان اور اس کی بی بی کھڑی تھی وہ ہنسنے لگی تو ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی

حجرات:

حجرۃ کی جمع فعلۃ مفعولۃ کے معنی میں ہے جیسے غرفۃ۔ اس میں تین لغتیں ہیں:

(۱) حجرات حاءاور جیم کے ضمہ کے ساتھ حُجُرات۔

(۲) جیم کے فتح کے ساتھ حجَرات۔

(۳) جیم کے سکون کے ساتھ حجْرات۔ حجرۃ: زمین کا وہ قطعہ جس کی دیوار وغیرہ سے حد بندی کر دی گئی ہو (اعراب القرآن وبیانہ)

اکثر:

قلت وکثرت کمیت منفصل یعنی اعداد میں مستعمل ہوتے ہیں۔

عقل:

اس قوت کو کہتے ہیں جو قبول علم کے لیے تیار رہتی ہے وہ علم جو اس قوت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے کبھی اسے بھی عقل کہتے ہیں جیسے **وما یعقلھا الا العٰلمون**۔ (عنکبوت:۴۳)

صبر:

کے لغوی معنی ہیں کسی کو تنگی کی حالت میں روکے رکھنا۔ شرعا صبر کہتے ہیں عقل وشریعت دونوں یا ان میں کسی ایک کے تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو روکنا۔

خروج کے معنی کسی کے اپنی قرار گاہ یا حالت سے ظاہر ہونے کے ہیں، عام اس سے کہ وہ قرار گاہ مکان ہو یا شہر یا کپڑا ہو یا اور کوئی حالت نفسانی ہو جو اسباب خارجیہ کی بنا پر اسے لاحق ہوئی ہو۔ **فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (۲۱)**

ترجمہ کنز الایمان تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستم گاروں سے بچالے۔

خیر:

وہ جو سب کو مرغوب مثلا عقل عدل فضل خیر کی دو قسمیں ہیں خیر مطلق جو ہر حال میں ہر ایک کے لیے پسندیدہ ہو جیسا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد "**لاخیر بخیر بعدہ النار ولا شر بشر بعدہ الجنۃ**" وہ خیر خیر نہیں ہے جس کے بعد دوزخ ہو اور وہ برائی برائی نہیں ہے جس کے بعد جنت ہو دوسری قسم خیر وشر مقید کی ہے یعنی وہ چیز جو ایک کے حق میں خیر ہو دوسرے کے حق میں شر ہو مثلا مال ودولت جو بسا اوقات زید کے لیے خیر ہوتی ہے مگر عمر کے لیے شر ہوتی ہے **ان ترك خیرا** (بقرہ ۱۸۰) میں خیر کا یہی معنی مراد ہے۔

غفر:

کے اصل معنی ہیں کسی کو ایسی چیز پہنا دینا جو اسے میل کچیل سے محفوظ رکھ سکے اسی سے مغفر بمعنی زرہ ہے اللہ تعالی کی طرف سے غفران یا مغفرۃ کے معنی ہے بندے کو عذاب سے بچانا رحمت: وہ رقت قلب جو مرحوم پر احسان کی مقتضی ہو، پھر کبھی اس کا استعمال صرف رقت قلب کے معنی میں ہوتا ہے کبھی صرف احسان کے معنی میں خواہ رقت قلب کی وجہ سے نہ ہو۔ (مفردات القرآن مترجم ملخصا)

علم صرف:

ینادون باب مفاعلۃ سے مضارع معروف ناقص یائی ہے، یہ در اصل **ینادِیُوْن** تھا یا کسرے کے بعد واقع ہے اس کے بعد واؤ ہے، قاعدہ نمبر: ۱۰ کے مطابق دال کی حرکت زائل کر کے اسے یاء کی حرکت یعنی ضمہ دے دیا، اب یائے ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واقع ہوئی تو اسے قاعدہ نمبر: ۳ کے مطابق واؤ سے بدل دیا اجتماع ساکنین کی وجہ سے ایک واؤ گر گیا **ینادون** ہو گیا۔ قاعدہ نمبر: ۱۰ شق نمبر: ۴ واؤ ضمے کے بعد ہو اس کے بعد

یاء ہو یا یاء کسرے کے بعد ہو اس سے بعد واؤ ہو تو ماقبل کو ساکن کر کے ان کی حرکت ماقبل کو دے کر واؤ کو یاء سے اور یاء کو واؤ سے بدل کر کبھی اجتماع ساکنین کی وجہ سے ساقط کر دیتے ہیں۔ قاعدہ نمبر: ۳ واؤ ساکن غیر مدغم کسرے کے بعد یا ہو جاتا ہے جیسے میعاد اور یا ساکن غیر مدغم ضمے کے بعد واؤ ہو جاتی ہے جیسے موسر ۔ نداء: اس کا مصدر نداء فعال کے وزن پر در اصل ندایٌ تھا یاء الف زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہوئی تو اس کو قاعدہ نمبر ۱۹ کے مطابق ہمزہ سے بدل دیا نداء ہو گیا۔ قاعدہ نمبر: ۱۹ واؤ اور یاء الف زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہوں تو انہیں ہمزہ سے بدل دیتے ہیں جیسے دعاء اور رواء۔ کان اجوف واوی در اصل کون تھا واؤ متحرک ماقبل فتح ہے، قاعدہ نمبر: ۷ کے مطابق واؤ کو الف سے بدل دیا کان ہو گیا قاعدہ نمبر: ۷ واؤ یاء متحرک ماقبل مفتوح ہوں تو واؤ اور یاء کو الف سے بدل دیتے ہیں۔ (علم الصیغہ ملخصا)

علم نحو:

پہلی آیت کریمہ میں اِنَّ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے جب کہ دوسری میں اَنَّ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ چونکہ إِنَّ اور أَنَّ کے استعمال کی جگہیں مختلف ہیں اس لیے ان دونوں کے استعمال کے بعض مقامات ذکر کیے جاتے ہیں۔

إِنَّ پڑھنے کے مواقع:

درج ذیل صورتوں میں إِن (بکسر ہمزہ) پڑھا جائے گا:

۱۔ جملے کی ابتدا میں۔ جیسے: (اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)۔

۲۔ قول اور اس کے مشتقات کے بعد۔ جیسے: (يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ)۔

۳۔ اسم موصول کے بعد۔ جیسے: مَارَأَيْتُ الَّذِيْ إِنَّه فِي الْمَسْجِدِ۔

۴۔ جب اس کی خبر پر لام مفتوح آ جائے۔ جیسے: إِنَّ زَيْداً لَقَائِمٌ۔

۵۔ عَلِمَ، شَهِدَ اور ان کے مشتقات کے بعد جب کہ ان کی خبر پر لام مفتوح آ جائے۔ جیسے: (وَاللهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ)

۶۔ حروف تنبیہ کے بعد۔ جیسے: (أَلَاۤ اِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ)۔

۷۔ جب یہ اپنے اسم وخبر سے مل کر حیث کا مضاف الیہ واقع ہو۔ جیسے: ذَهَبَ التِلْمِيْذُ حَيْثُ إِنَّ الأُسْتَاذَ مَوْجُوْدٌ۔

۸۔ جواب قسم کے شروع میں۔ جیسے: وَاللهِ إِنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللهِ۔

أَنَّ پڑھنے کے مواقع:

۱۔ جب یہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر فاعل یا نائب الفاعل بنے۔ جیسے: بَلَغَنِيْ أَنَّ زَيْداً عَالِمٌ۔

۲۔ جب یہ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مفعول بنے۔ جیسے: كَرِهْتُ أَنَّكَ جَاهِلٌ۔

۳۔ جب یہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتدأ بنے۔ جیسے: عِنْدِيْ أَنَّكَ قَائِمٌ۔

۴۔ جب یہ اپنے اسم اور خبر سے ملکر مضاف الیہ بنے۔ جیسے: عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ أَنَّكَ قَائِمٌ۔

۵۔ جب یہ عَلِمَ، شَهِدَ یا ان کے مشتقات کے بعد آئے اور اس کی خبر پر لام مفتوح نہ ہو۔ جیسے: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللهِ۔

۶۔ جب یہ حرف کے بعد آئے۔ جیسے: أَعْلَمْتُه لِأَنَّه جَاهِلٌ۔ فائدہ: إِن اپنے اسم وخبر سے مل کر مکمل جملہ بن جاتا

ہے۔ اور جملہ میں تاکید کے علاوہ کوئی اور تبدیلی نہیں کرتا، جب کہ أَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مکمل جملہ نہیں بنتا بلکہ جملے کا جز بنتا ہے۔ (نصاب النحو)

لو: یہ اس بات کے اظہار کے لئے آتا ہے کہ شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے جزا بھی نہیں پائی جارہی ہے۔ جیسے لَوْ كُنْتُ أَعْمَلُ لَفُزْتُ (اگر میں عمل کرتا تو ضرور کامیاب ہوتا (نصاب النحو)

(وَلَوْ أَنَّهُمْ) کی ترکیب میں نحویوں کا اختلاف:

پہلا گروہ: امام مبرد، امام زجاج اور نحات کوفیہ کا ہے ان حضرات کے مطابق ان اپنے اسم وخبر سے مل کر مصدر کی تاویل میں ہوکر فعل محذوف ثبت کا فاعل ہے۔

دوسرا گروہ: امام سیبویہ اور جمہور نحات بصریہ کا ہے ان کے نزدیک ان اپنے اسم وخبر سے مل کر ایسا مبتدا ہے جسے خبر کی حاجت نہیں ہے کیوں کہ لو اور لولا کے بعد خبر کا حذف واجب ہوتا ہے۔ (اعراب القرآن وبیانہ)

(خیرا) اس میں دو احتمال ہیں:

(۱) اسم تفضیل، اس تقدیر پر معنی ہوگا کہ یقینا ان کا صبر کرنا ان کے جلدی کرنے سے بہتر ہوتا۔

(۲) یہ اسم ذات ہے شر کی ضد، یعنی ان کا صبر کار خیر ہے کیوں کہ اس میں اخلاقی خوبیاں ہیں برخلاف اس فعل کے جو انھوں نے کیا کہ اس میں بھلائی نہیں ہے (تفسیر ابن عاشور)

علم اعراب:

ان حرف مشبہ بفعل مبنی اصل بر فتح، بکسر ہمزہ بوجہ ابتدا، **الذین** اسم موصول مشابہ مبنی بر فتح، **ینادون** فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ناقص یائی باضمیر بارز مرفوع باثبات نون، اس میں واؤ ضمیر بارز مرفوع محلا متصل مشابہ مبنی برسکون، اس کا فاعل، کاف ضمیر منصوب متصل محلا مشابہ مبنی بر فتح مفعول بہ، **من** حرف جر، **وراء** مفرد منصرف صحیح مجرور بکسرہ مضاف، الف لام حرف تعریف مبنی اصل برسکون، **حجرات** جمع مونث سالم مجرور بکسرہ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ، موصول صلے سے ان کا اسم، **اکثر** مفرد منصرف صحیح مرفوع بضمہ مضاف **ھم** ضمیر مجرور متصل محلا مشابہ مبنی برضم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مبتدا، **لا یعقلون** فعل مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر صحیح باضمیر بارز مرفوع باثبات نون، اس میں واؤ ضمیر بارز مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی برسکون، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر ان کی خبر، ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا **ولو انھم** ۔۔۔۔۔۔ واؤ حرف عطف مبنی اصل بر فتح، لو حرف شرط مبنی اصل برسکون، ان حرف مشبہ بفعل مبنی اصل بر فتح، **ھاء** ضمیر منصوب متصل محلا مشابہ مبنی برضم اس کا اسم **میم** علامت جمع مذکر مبنی اصل برسکون، **صبروا** فعل ماضی مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مبنی اصل برضم از باب ضرب، واؤ ضمیر بارز مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی برضم اس کا فاعل، **حتی** حرف جر برائے غایت مبنی اصل برسکون، **ان** موصول حرفی مقدر بعد حتی مبنی اصل برسکون، **تخرج** فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حاضر، صحیح مجرد از ضمیر بارز منصوب بفتحہ لفظا، اس میں **انت** ضمیر پوشیدہ مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی برسکون اس کا فاعل، **ت** حرف خطاب مبنی اصل بر فتح، **الی** حرف جار مبنی اصل برسکون، **ھاء** ضمیر مجرور متصل محلا مشابہ مبنی بر کسر مجرور، میم علامت جمع مذکر مبنی اصل برسکون، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو، فعل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر صلہ ان موصول حرفی کا موصول صلے سے مل کر مجرور، جار مجرور سے مل کر ظرف لغو **صبروا** کا **صبروا** فعل

اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ان کی ان اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر فاعل فعل مقدر ثبت کا، ثبت فعل ماضی مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مبنی اصل بر فتح از باب نصر فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ مستانفہ ہوا جس کے لیے محل اعراب نہیں ہے ۔لکان خیرا ۔۔۔۔ل برائے جواب مبنی اصل بر فتح، کان فعل ناقص ماضی مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب، مبنی اصل بر فتح، اجوف واوی از نصر ،اس میں هو ضمیر مستتر مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی بر ضم یا بر فتح، اس کا اسم راجع بسوئے مصدر صبر جو مفہوم ہو رہا ہے صبروا سے، خیرا مفرد منصرف صحیح منصوب بفتحہ اسم تفضیل اس میں هو ضمیر پوشیدہ مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی بر ضم یا بر فتح اس کا فاعل، لام حرف جر مبنی اصل بر فتح، ھاء ضمیر مجرور متصل محلا مشابہ مبنی بر ضم، میم علامت جمع مذکر مبنی اصل بر سکون، جار مجرور سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ جوابیہ ہوا جس کے لیے محل اعراب نہیں ہے۔ واؤ حرف عطف مبنی اصل فتح، اسم جلالت مفرد منصرف صحیح مرفوع بضمہ مبتدا، غفور مفرد منصرف صحیح مرفوع بضمہ صفت مشبہ اس میں هو ضمیر پوشیدہ مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی بر ضم اس کا فاعل، صفت مشبہ اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر اول، رحیم مفرد منصرف صحیح مرفوع بضمہ صفت مشبہ صیغہ واحد مذکر، اس میں هو ضمیر پوشیدہ مرفوع متصل محلا مشابہ مبنی بر ضم اس کا فاعل صفت مشبہ اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر خبر دوم مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

علم تجوید:

"ان" میں غنہ ہوگا، "من ورآء" کے نون کا واؤ میں ادغام متقاربین ہوگا اس لیے کہ نون ساکن کے بعد یرملون میں سے واؤ ہے اور مدغم مدغم فیہ قریب المخارج ہیں، یہ ادغام ناقص ہوگا کہ مدغم کا مدغم فیہ میں اثر باقی ہے، ورآء میں مد متصل ہے کہ حرف مد کے بعد ہمزہ اسی کلمے میں ہے، الحجرات میں اظہار قمری ہے کہ لام تعریف کے بعد ابغ حجك وخف عقیمه کے حروف میں سے حاء ہے۔ حجرات کی راء فتحہ کی وجہ سے پر ہوگی۔ اکثر کی راء ضمہ کی وجہ سے پر ہوگی اکثرهم کے میم میں اظہار ہوگا کہ بعد میں نہ میم ہے اور نہ نون "اَنّٰهم" کے نون میں غنہ ہوگا، صبروا کی راء پر ہوگی کیوں کہ مضموم ہے، "الیهم" کے میم میں اظہار ہوگا خیرا، کی راء فتحہ کی وجہ سے پر ہوگی۔ اسم جلالت کا لام ماقبل فتحہ ہونے کی وجہ سے پر ہوگا۔ غفور کی راء کا رحیم کی راء میں ادغام مثلین ہوگا کہ مدغم اور مدغم فیہ دونوں ایک ہی حرف ہیں۔

علم قرأت:

"حجرات" کے بارے میں قرائے کرام کا اختلاف ہے، ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی نے حجَرات، جیم کے فتحہ کے ساتھ پڑھا، ایک ساتھ دو ضموں کے ثقیل ہونے کی وجہ سے جب کہ باقی قراء نے حُجُرات جیم کے ضمے کے ساتھ پڑھا ہے اُبوجعفر یزید بن القعقاع المدینی ولادت: ۳۵ یا ۳۷ھ عبداللہ بن عیاش مخزومی کے آزاد کردہ غلام، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے تحصیل قراءت کی، امام نافع بن ابی نعیم، سلیمان بن مسلم امام ابوعمروان کے تلامذہ میں ہیں۔ وفات: ۱۳۰ھ (تدوین قران)

علم معانی:

اللہ تعالی نے معرفہ کی قسم اسم موصول کے ذریعے ان لوگوں کی پہچان کرائی کیوں کہ یہاں کسی خاص فرد کا ذکر مقصود نہیں ہے اور نہ کسی خاص شخص کے ساتھ حکم کو معلق کرنا مقصود ہے اس لیے

صرف وصف منادات کا ذکر فرمایا ینادون،: وفد بنو تمیم نے زمانہ گزشتہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں منادات کی تو صیغہ ماضی سے تعبیر کرنا مقتضی حال تھا لیکن مضارع کا صیغہ ذکر فرمایا یہ ''اخراج الکلام علی خلاف مقتضی الظاہر'' کی صورت ہے یعنی کبھی ماضی کی جگہ مضارع کا ذکر کیا جاتا ہے مخاطب کے ذہن میں صورت مخصوصہ کی تصویر کشی کے لیے جیسے" واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا" تو تثیر اثارت کے معنی میں ہے اسی طرح ان کے اس فعل کی صورت شنیعہ کو مخاطب کے ذہن میں حاضر کرنے کے لیے یہاں ماضی کی جگہ مضارع کو ذکر فرمایا الی کے بجائے حتی کو ذکر فرمایا تا کہ ان محذوف رہے کیوں کہ الی کے بعد ان حذف نہیں ہوسکتا لیکن حتی کے بعد محذوف ہوتا ہے یہ ایجاز حذف ہے۔ایجاز کی دو قسمیں ہیں :(۱) ایجاز حذف (۲) ایجاز قصر۔

ایجاز قصر: مختصر عبارت کے بہت زیادہ معانی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایجاز حذف: کسی کلام سے کسی کلمے یا جملے یا ایک سے زائد جملوں کے حذف کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

علم بیان:

ینادون: ایک روایت کے مطابق ندا کرنے والے صرف ایک شخص اقرع بن حابس تھے لیکن اس فعل کی نسبت سارے وفد کی طرف فرمائی تو یہ مجاز عقلی ہے متبوع کے فعل کی تابع کی طرف نسبت کر دی کیوں کہ اقرع بن حابس اسے وفد کے سرخیل تھے جیسا کہ کہا جاتا ہے ،،فلاں قبیلے نے فلاں شخص کو مارڈالا حالاں کہ مارنے والا ایک ہی شخص ہے مجازِ عقلی: فعل یا اس طرح کی کسی اور شے مثلا اسم فاعل، اسم مفعول یا مصدر کو اس کے حقیقی فاعل کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا ان دونوں کے مابین کسی علاقہ یا قرینے کے موجود ہونے کی وجہ سے۔ جیسے فعل کی نسبت وقت یا جگہ وغیرہ کی طرف وراء: علامہ آلوسی فرماتے ہیں وراء مواراۃ سے ہے جس کا معنی پوشیدہ ہونا جو چیز تیری آنکھوں سے اوجھل ہوگی خواہ پیچھے ہو یا سامنے اس کو وراء کہیں گے بعض اہل لغت کے نزدیک وراء اضداد سے ہے۔

(روح المعانی بحوالہ ضیاء القرآن)

تو اس گفتگو کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ وراء مجاز مرسل ہے ہر اس جہت سے جو دیکھنے میں رکاوٹ بنے خاص بول کر عام مراد لیا ہے مجاز مرسل لفظ کسی علاقے کی وجہ سے معنی موضوع لہ کے غیر میں استعمال ہو، اور ایسا قرینہ بھی ہو جو معنی حقیقی مراد لینے سے مانع ہو یہ مجاز ہے۔ وہ علاقہ اگر مشابہت کا ہو تو اس کو استعارہ کہتے ہیں اور مشابہت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو تو اس کو مجاز مرسل کہتے ہیں۔الحجرات: حضور اقدس صلی اللہ تعالی وسلم ایک ہی حجرے میں آرام فرماتے تھے پھر صیغہ جمع ذکر فرمایا تو دراصل اس آیت کریمہ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالی وسلم کے احترام کی وجہ سے حجرات کا کنایہ فرمایا ہے خواب گاہ سے مزید لفظ حجرات کو معرفہ بالف لام کے ساتھ ذکر فرما کر اضافت نہ کرنے سے کنایہ میں زیادتی مقصود ہے کنایہ کی تعریف : وہ کلمہ جس کے معنی مبہم اور پوشیدہ ہو۔ان کا سمجھنا کسی قرینے کا محتاج ہو، وہ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہوا ہو کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہوں۔

علم بدیع:

اِنّ اور آنّ میں جناس غیر تام محرف ہے جناس غیر تام: وہ جس کے دو الفاظ کے حروف ہیئت، نوع، عدد ترتیب میں سے کسی ایک میں مختلف ہوں باقی میں اتفاق ہو۔اس کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔محرف، ۲۔مطرف، ۳۔مذیل ، ۴۔ضارع، ۵۔احق،

۲۔قلب ،محرف کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو صرف ہیئت حروف یعنی حرکات وسکنات کے اعتبار سے مختلف ہوں جیسے کہ عربی کا مقولہ ہے جبۃ البرد جنۃ البرد، یہاں بُرد اور بَرد میں صرف پیش اور زبر کا فرق ہے باقی میں یکسانیت ہے۔تو اِنّ اور آنّ میں بھی صرف زیر اور زبر کا فرق ہے باقی دیگر چیزوں میں یکسانیت ہے اس لیے یہ جناس غیر تام محرف ہوا۔

علم تفسیر:

اسباب نزول: ایک مرتبہ بنو تمیم کے چند لوگ دوپہر کے وقت وفد کی صورت میں حاضر ہونے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قیلولہ فرمارہے تھے ان لوگوں نے باہر حضور اقدس صلی اللہ تعالی وسلم کا نام لے کر پکارنا شروع کر دیا یا محمد اخرج علینا ،اے محمد باہر آئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم باہر تشریف لانے تو انھونے اور شیخی بگھارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے یا محمد ان مدحنا زین وذمنا شین یعنی ہم جس کی تعریف کر دیں اسے آراستہ کر دیتے اور جس کی مذمت کر دیں اس پر عیب لگا دیتے ہیں اس پر سرکار اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کذبتم بل مدح اللہ تعالی زین وذمہ شین واکرم منکم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم ۔ تم جھوٹے ہو بلکہ اللہ تعالی کی مدح لائق تعریف ہے اور اس کا ہی مذمت فرمانا لائق تحقیر ہے تم سب سے زیادہ معزز حضرت یوسف علیہ السلام اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کے اس طرز عمل کی مذمت کی گئی اور انہیں بارگاہ رسالت کے آداب سے آشنا کرایا گیا علامہ ابو الحسن علی بن محمد ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے اس کے اسباب نزول کے حوالے سے درج ذیل اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالی وسلم کے پاس گیا اور حجرے کے باہر سے آپ کو ندا کی، اے محمد! میری تعریف کرنا اچھا عمل ہے اور میری مذمت کرنا برا عمل ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حجرے سے باہر آئے اور فرمایا: تم پر افسوس ہے یہ تو اللہ سبحانہ وتعالی کی شان ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے انھوں نے کہا تھا کہ اس شخص کے پاس چلو اگر یہ واقعی نبی ہیں تو ان کی اتباع کر کے ہم سب سے زیادہ خوش قسمت ہوں گے اور اگر وہ فرشتے ہیں تو ہم ان کے پروں کے سائے میں زندہ رہیں گے پھر وہ نبی صلی اللہ تعالی وسلم کے پاس گئے اور آپ کو ندا کی یا محمد اس وقت آپ حجرے میں تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔(جامع البیان بحوالہ تبیان القرآن جلد ۱۱ ص:۲۷۹)

وفد بنی تمیم: یہ وفد ستر اسی نفوس پر مشتمل تھا، ان کے سردار زبرقان بن بدر، عطارد بن حاجب بن زرارہ، عمر بن اھتم، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن فرازی غطفانی, تھے بعد میں اخیر کے دونوں مشرف بہ اسلام ہوگیے پکارا کس نے؟ ایک روایت کے مطابق پکارنے والے عیینہ بن حصن فرازی تھے جب کہ دوسری روایت کے مطابق اقرع بن حابس نے پکارا تھا۔

قرآن اور احترام بارگاہ رسالت:

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادب واحترام خود اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ نے سکھایا، اس سے مصطفی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان عظمت رفعت وکمال کا اظہار ہوتا ہے ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالی ہے: لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

ترجمہ کنز الایمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔اس آیت کے تحت

صراط الجنان میں ہے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! میرے حبیب ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا معمولی نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے کیوں کہ جسے رسول اللہ ﷺ پکاریں اس پر جواب دینا اور عمل کرنا واجب اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہوجاتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور اجازت سے ہی واپس ہو۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حبیب ﷺ کا نام لے کر نہ پکارو بلکہ تعظیم، تکریم، توقیر، نرم آواز کے ساتھ اور عاجزی وانکساری سے انہیں اس طرح کے الفاظ کے ساتھ پکارو:

" يَا رَسُوْلَ اللهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ، يَا حَبِيْبَ اللهِ، يَا اِمَامَ الْمُرْسَلِيْنَ يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ "۔ (صراط الجنان، سورہ نور، آیت:)

بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام و بزرگان دین کا احترام:

صحابہ کرام واکابرین امت رحمہم اللہ کے معمولات احترام بارگاہ رسالت سے معمور ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا جب کہیں قریب کیل یا میخ ٹھکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو روکتیں کہ زور سے نہ ٹھونکیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مکان کے کواڑ بنانے کی ضرورت پیش آئی تو بنانے والوں کو فرمایا کہ شہر کے باہر بقیع میں بنا کر لائیں تاکہ ان کے بنانے کی آواز کا شور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تک نہ پہونچے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا وہی معاملہ رکھا اے بیٹے جو زندگی میں تھا۔(فیوض الرحمن، روح البیان)

وارثین رسول کا ادب واحترام:

علمائے کرام نائبین مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں اس لیے علمائے کرام مشائخ عظام کی بارگاہوں میں حاضری کے وقت بھی ادب واحترام کا دامن تھامے رہنا چاہیے۔علامہ شیخ اسمعیل حقی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے بہت سے علمائے کرام کو دیکھا کہ اپنے جیسے علمائے کرام کے دروازوں پر بیٹھ جاتے دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے جب تک کہ وہ حضرات خود تشریف نہ لاتے اور یہ ان کے احترام اور قدر ومنزلت کے پیش نظر تھا۔حضرت ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کسی عالم دین کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا جب تک کہ وہ خود تشریف نہ لے آئے۔

علم فقہ:

اس آیت کریمہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''علماء تصریح فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔اور (یہ بات) واقعی محل انصاف ہے، جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالی نام لے کر نہ پکارے (تو) غلام کی کیا مجال کہ (وہ) راہِ ادب سے تجاوز کرے۔(فتاوی رضویہ، ج:۳۰)

مسئلہ: اگر کسی دعا میں لفظ ''یا محمد'' وارد ہو تو کیا حکم ہے؟

اس بارے میں امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی ﷺ نے تعلیم فرمائی (ہو) جیسے دعائے "يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ"۔ تاہم اس کی جگہ يَا رَسُوْلَ اللهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ (کہنا) چاہیے، حالانکہ الفاظِ دعا میں حتَّی الوُسعَ تغییر نہیں کی جاتی۔یہ مسئلہ مہمہ (یعنی اہم ترین مسئلہ)

جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں واجب الحفظ ہے۔(فتاوی رضویہ،۳۰)

مسئلہ: جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ادب ضروری ہے ایسے ہی آپ کی سنتوں پر عمل کرنے والے باعمل علما کا ادب بھی ضروری ہے حضرت ابوعثمان مغربی قدس سرہ نے فرمایا کہ اکابر اور اولیا بزرگوں کی مجلس کا ادب بہت بڑے اور اونچے مراتب تک پہونچا تا ہے اور دنیا وآخرت کی بھلائی نصیب ہوتی ہے۔(فیوض الرحمن تفسیر روح البیان،سورہ حجرات،ص:۳۹۰)

علم عقائد:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تاجدار کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں اور وصال ظاہری کے بعد بھی انہیں ایسے الفاظ کے ساتھ ندا کرنا جائز نہیں جن میں ادب وتعظیم نہ ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو حقیر سمجھا وہ کافر ہے اور دنیا وآخرت میں ملعون ہے۔

علم تصوف:

اس آیت کریمہ میں خاص طور پر دو باتوں کی تعلیم ہے : (۱)ادب (۲) صبر، ان سے متعلق چند باتیں نقل کی جاتی ہیں ۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ''**ادبنی ربی فاحسن تادیبی**'' میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور خوب سکھایا۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ بڑوں کی توقیر چھوٹوں پر شفقت اور لوگوں سے نرمی سے بات کرنا عقل مندی کی نشانی ہے۔

آداب معیت:

دوست کے ساتھ رہنا ہو تو عزت واحترام کے ساتھ رہو۔ اگر ہم مثل کے ساتھ رہنا ہو تو وفا کا ثبوت دو۔ اگر اپنے کم مرتبہ کے ساتھ رہنا ہو تو شفقت سے پیش آؤ اگر عالم دین کے ساتھ رہنا ہے تو خدمت کرو اور تعظیم وتکریم سے رہو اگر جاہل کے ساتھ رہنا ہے تو سیاست سے کام لو۔ اگر دولت مند کے ساتھ رہنا ہے تو استغنا برتو۔ اگر فقیر کے ساتھ رہنا ہے تو دوستی کرو۔ اگر صوفی کے ساتھ رہنا ہے تو تسلیم ورضا کے پیکر بن جاؤ۔(فیوض الرحمن مع روح البیان)

صبر کی تعریف:

''صبر'' کے لغوی معنی رکنے، ٹھہرنے یا باز رہنے کے ہیں اور نفس کو اس چیز پر روکنا (یعنی ڈٹ جانا) جس پر رکنے (ڈٹے رہنے کا) کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو یا نفس کو اس چیز سے باز رکھنا جس سے رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو صبر کہلاتا ہے۔ بنیادی طور پر صبر کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدنی صبر جیسے بدنی مشقتیں برداشت کرنا اور ان پر ثابت قدم رہنا۔ (۲) طبعی خواہشات اور خواہش کے تقاضوں سے صبر کرنا۔ پہلی قسم کا صبر جب شریعت کے موافق ہو تو قابل تعریف ہوتا ہے لیکن مکمل طور پر تعریف کے قابل صبر کی دوسری قسم ہے۔[1] (نجات دلانے والے اعمال کی معلومات،صفحہ:۴۴،۴۵)

آیت مبارکہ: اللہ عزوجل قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:(**وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ(۴۶)**)(پ:۱۰،الانفال:۴۶)

ترجمہ کنز الایمان: ''اور صبر کرو بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔''(نجات دلانے والے اعمال کی معلومات،ص: ۴۵) (حدیث مبارکہ)

صابر کے لیے اُخروی انعام:

حضور نبی رحمت شفیعِ اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''جب میں اپنے کسی بندے کو

اُس کے جسم، مال یا اولاد کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کروں، پھر وہ صبر جمیل کے ساتھ اُس کا استقبال کرے تو قیامت کے دن مجھے حیا آئے گی کہ اس کے لیے میزان قائم کروں یا اس کا نامۂ اعمال کھولوں](نجات دلانے والے اعمال کی معلومات، ص: (۴۵))

غیر منقوط ترجمہ:

لا محالہ وہ گروہ کہ کمروں کے ماورا سے رسول کو اعلی صدا لگا رہا ہے اس گروہ کا ادھک حصہ ادراک سے عاری ہے وہ گروہ اگر سکوں سے کام لے۔۔۔۔۔ کہ رسول اس کی اور، روئے مکرم کرے سو وہ اس گروہ کے واسطے عمدہ ہوا اور اللہ معاصی کا ماحی اور کرم والا ہے۔

خلاصہ آیت کریمہ:

بے شک جو لوگ اے محبوب صلی اللہ تعالی وسلم آپ کو آپ کی آرام گاہوں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں زیادہ تر بے عقل ہیں اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ اے محبوب آپ خود تشریف لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

☆ مولانا محمد ناظر القادری مصباحی
صدر المدرسین جامعہ بشیریہ بھوج پور مراد آباد

درس حدیث:

بخاری شریف کی چھٹی حدیث

مفتی محمد عاقل رضوی، بریلی شریف ✷

حدیث (۶)

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ وَمَعْمَرٌ نَحْوَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

ترجمہ: ہم سے عبدان نے حدیث بیان کی ،انھوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن مبارک نے خبر دی ،انھوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی ،انھوں نے امام زہری سے روایت کی (تحویل سند) (امام بخاری نے کہا) اور ہم سے بشر بن محمد نے حدیث بیان کی ،انھوں نے کہا: ہم سے عبد اللہ بن مبارک نے حدیث بیان کی ، انھوں نے کہا: ہمیں یونس اور معمر نے اسی کے مثل امام زہری سے روایت کر کے خبر دی ، (امام زہری نے کہا): مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی، انھوں نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی۔حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رسول اللہ ﷺ کی سخاوت سب سے زیادہ ماہ رمضان میں ہوتی جب حضرت جبریل امین آپ سے ملاقات کرتے ۔رسول اللہ ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے اور آپ سے قرآن کریم کا دور کرتے تھے ۔یقیناً رسول اللہ ﷺ تیز چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔

مطابقت:

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت یہ ہے کہ وحیِ قرآن کا آغاز ماہ رمضان المبارک میں ہوا اور قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر بھی اسی مبارک مہینے میں نازل ہوا اور اس حدیث میں ماہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی کثرتِ جود وسخا اور جبریل امین کے ساتھ دورِ قرآن کرنے اور جبریل امین کے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رمضان کی ہر رات میں حاضر ہونے کا ذکر ہے۔

تخریج حدیث:

یہ حدیث امام مسلم نے " فضائل النبی "میں اور امام نسائی نے کتاب الصیام میں ذکر کی ہے۔

راویان حدیث:

اس حدیث کے آٹھ راوی ہیں:

(۱) عبدان عتکی: یہ عبد اللہ بن عثمان بن جبلہ ازدی کا لقب ہے۔انھوں نے حضرت امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ان سے امام ذہلی اور امام بخاری نے روایت کی۔ ۲۲۱ھ یا ۲۲۲ھ میں ۷۶ رسال کی عمر میں ان کا

انتقال ہوا۔ ان کی کنیت ابوعبد الرحمن اور ان کا نام عبداللہ ہے۔اسم وکنیت میں سے عبد کو لے کر صیغہ تثنیہ کے ساتھ ''عبدان'' ان کا لقب ہوگیا۔

(۲) عبداللہ بن مبارک حنظلی ابوعبدالرحمن مروزی تمیمی: یہ تبع تابعین سے ہیں۔ان کی پیدائش ۱۱۸ھ میں اور وصال ماہ رمضان مبارک ۱۸۱ھ میں ہوا۔صحاح ستہ میں عبداللہ بن مبارک نام کے ان کے علاوہ کوئی دوسرے راوی نہیں ہیں۔**(۳) یونس بن یزید ایلی ابویزید (۴) محمد بن مسلم بن عبیداللہ قرشی زہری ابوبکر حافظ مدنی (۵) بشر بن محمد ابومحمد مروزی سختیانی:** ان سے امام بخاری نے روایت کی۔ان کا وصال ۲۲۴ھ میں ہوا۔**(۶) معمر بن ابی عمرو حدانی ازدی ابو عروہ بصری (۷) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ھذلی ابوعبد اللہ مدنی:** یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔فقہائے سبعہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ صحابہ کرام سے حدیثیں سنی ہیں۔یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے استاذ ہیں،آخری عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی۔ان کا وصال ۹۴ھ یا ۹۸ھ میں ہوا۔**(۸) عبداللہ بن عباس ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔**

(ملخصاً عمدۃ القاری جلد ا ص: ۱۲۳۔۱۲۴)

توضیح کلمات

✸ **أَجْوَدَ النَّاسِ:** (ترجمہ: لوگوں میں سب سے زیادہ سخی) أَجْوَد اسم تفضیل کا صیغہ ہے،جود سے ماخوذ ہے۔جس کو،جو دینا مناسب ہو،اسے وہ دینا جود ہے۔حضور نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات سب سے اشرف،ان کا مزاج سب سے بہتر،اُن کا چہرہ انور سب سے زیادہ خوبصورت اور اُن کا اخلاق سب سے زیادہ عظیم ہے۔تو حضور کا ہر فعل سب سے اشرف ہوگا۔اسی لیے آپ کا جود وسخا سب سے اعلیٰ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا
تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا
ترے خالق حُسن و ادا کی قسم

✸ **فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ:** يُدَارِسُ باب مفاعلت سے ہے۔مصدر مدارسۃ ہے اس کے معنی باہم پڑھنا ہیں یعنی ایک پڑھے دوسرا سنے۔یہ درس سے ماخوذ ہے۔ درس کے معنی توجہ سے پڑھنا ہیں اور دَرَّسَ ''باب تفعیل'' سے ہے اس کا مصدر تَدْرِيس ہے جس کے معنی خوب دل جمعی سے پڑھانا۔اسی سے اسم فاعل مُدَرِّس ہے۔ایک سال میں جتنا بھی قرآن کریم نازل ہوتا اس کا ماہ رمضان میں حضرت جبریل امین حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ دور کرتے اور آخری سال حضور نبی کریم ﷺ سے جبریل امین نے دومرتبہ دور قرآن کیا۔

✸ **وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ:** (ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے) حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت جبریل امین ماہ رمضان میں بجائے دن کے ہر رات میں حاضر ہوتے۔اس لیے کہ دن میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہر چہار جانب سے وار دین و زائرین حاضر ہوتے تو جبریل امین سے ملاقات کے لیے یکسوئی رات ہی کو حاصل ہوتی۔

✻ فَلَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لام تاکید“ کے ساتھ کہا یقینا رسول اللہ ﷺ چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔
اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

تشریح حدیث:

حضور نبی کریم ﷺ کے جود وسخا اور جبرئیل امین سے دورِ قرآن کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا بحر سخاوت خاص طور پر ماہ رمضان میں زیادہ موجزن ہوتا۔ ماہ رمضان میں حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضور سے قرآن مجید کا دور کرتے یعنی کبھی رسول اللہ ﷺ قرآن کریم پڑھتے اور حضرت جبریل امین سنتے۔ کبھی حضرت جبریل امین قرآن کریم پڑھتے اور رسول اللہ ﷺ سنتے۔ قرآن مجید کا دور کرنے، حضرت جبریل امین سے ملاقات ہونے اور ماہ رمضان کے فیوض و برکات کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی مسرت و شادمانی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ اس مسرت وشادمانی کا اثر یہ ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصف سخاوت اپنے جوش پر ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی سخاوت چلنے والی تیز ہوا سے بھی زیادہ ہوتی۔ ”ہوا“ کی سخاوت سب جانتے ہیں۔ ہوا ہر انسان کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ ہر ایک انسان کی ناک کے پاس رہتی ہے۔ پھر چلنے والی ہوا بہت صاف وشفاف ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔

حدیث شریف سے ماخوذ مسائل:

(۱) سخاوت صفت حمیدہ ہے، ہر مسلمان کو سخی اور فیاض ہونا چاہیے بالخصوص رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنا چاہیے۔

(۲) رمضان المبارک میں قرآن پاک کی تلاوت بکثرت کرنا چاہیے۔ قرآن پاک کی تلاوت تمام اذکار مستحبہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت جبریل امین اسی فعل کو کرتے جو اعلیٰ ہوتا۔ اگر کوئی ذکر تلاوت قرآن سے افضل ہوتا، تو بجائے تلاوتِ قرآن کے، وہ اوراد واذکار کرتے۔

(۳) قرآن مجید بکثرت پڑھنا چاہیے اور حفاظِ قرآن کریم کو بکثرت دور کرتے رہنا چاہیے۔

(۴) قرآن مجیدرات میں پڑھنا بہتر ہے اس لیے کہ قرآن دن کے بمقابل رات میں بہ آسانی یاد ہوجاتا ہے۔

(۵) جن دنوں میں کسی نعمت کا حصول ہوا ان دنوں میں سخاوت، اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔

(ملخصاً ومفہوماً از۔ عمدۃ القاری جلد ۱ ص ۱۲۷)

مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی
پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف، یوپی

شرعی مسائل

آپ کے سوالات اور مفتیان کرام کے جوابات

مفتی محمد ذیشان رضا مصباحی و مفتی مشتاق احمد امجدی ✷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم حنفیوں کے نزدیک عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں جب کہ وہاں کوئی مرد نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہو جبکہ اہل حدیث یعنی غیر مقلدوں کی عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ کہ عورتوں کی جماعت بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے تو اس کا کیا جواب ہے نیز غیر مقلدوں کا کہنا ہے کہ احناف حدیثوں کو چھوڑ کر اپنے امام کی بات پر عمل کرتے ہیں اور حدیثوں کی مخالفت کرتے ہیں امامت نسواں والے مسئلہ میں بھی احناف نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے تو اس کا جواب کیا ہے تفصیل کے ساتھ اس کا جواب اس طرح عطا فرمائیں کہ بات بالکل واضح ہو جائے اور غیر مقلدوں کا بھی علاج ہو جائے۔

المستفتی:
محمد شعیب رضا قادری
خطیب وامام سنی مسجد موتی ڈوں گرمڑ گاؤں گوآ

الجواب:

ہم احناف کے نزدیک عورتوں کی امامت مکروہ ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ''ہدایہ'' میں ہے:

"وَيُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ أَنْ يُصَلِّينَ وَحْدَهُنَّ الْجَمَاعَةَ لِأَنَّهَا لَا تَخْلُوْا عَنِ ارْتِكَابِ مُحَرَّمٍ وهو قيام الامام وسط الصف فيكره كالعراة فان فعلن قامت الامام وسطهن لأن عائشة رضى الله عنها فعلت كذلك وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الاسلام ولأن فى التقدم زيادة الكشف"۔ (ہدایہ اولین، ص: ۱۰۳، باب الامامۃ)

البتہ عورت بھی امامت کی صلاحیت رکھتی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی عورت عورتوں کو نماز پڑھائے تو ہم احناف کے نزدیک بھی اس کی امامت جائز ہے اور ان کی امام وسط میں کھڑی ہوگی، لیکن ان کی امامت مکروہ ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا ہدایہ کی عبارت سے ظاہر وباہر ہے اور جیسا کہ فقہ حنفی کی معتمد ومعتبر کتاب بدائع الصنائع میں ہے:

"وَكَذَا الْمَرْأَةُ تَصْلَحُ لِلإِمَامَةِ فِيْ الْجُمْلَةِ، حَتّٰى لَوْ أَمَّتِ النِّسَاءَ جَازَ، وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَقُوْمَ وَسْطَهُنَّ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهَا- أَنَّهَا أَمَّتْ نِسْوَةً فِيْ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقَامَتْ وَسْطَهُنَّ وَأَمَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ نِسَاءً وَقَامَتْ وَسْطَهُنَّ، وَلِأَنَّ مَبْنَى حَالِهِنَّ عَلَى السَّتْرِ وَهٰذَا أَسْتَرُ لَهَا، إِلَّا أَنَّ جَمَاعَتَهُنَّ مَكْرُوْهَةٌ عِنْدَنَا۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج: ۱، ص: ۳۳۴)

ہم احناف کے نزدیک عورتوں کی امامت کیوں مکروہ ہے؟

ہمارے نزدیک عورتوں کی امامت مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی امام تو آگے کھڑی ہوگی یا وسط میں، پہلی صورت میں کشف عورت زیادہ ہوگا، اور قرآن پاک میں ہے: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ (سورۂ نور: ۳۱)

پس عورتوں کی امام کا آگے کھڑا ہونا مکروہ ہے، لہٰذا ان کی

جماعت بھی مکروہ ہے۔

اور دوسری صورت یعنی امام وسط میں کھڑی ہوتو اس صورت میں امام کا اپنے مقام کو چھوڑنا لازم آئے گا، حالانکہ حضور اقدس ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی، یعنی ہمیشہ لوگوں کے آگے کھڑے ہوکر امامت فرمائی۔ پس امام کے اپنے مقام کو ترک کرنے کی وجہ سے یہ بھی مکروہ ہے اسی وجہ سے ہم احناف کراہت کا قول کرتے ہیں۔

بنایہ میں ہے: "لِاَنَّ اِمَامَتَهُنَّ اِمَّا اَنْ تَتَقَدَّمَ عَلَى الْقَوْمِ أَوْ تَقِفُ وَسْطَهُنَّ ،وَفِي الْأَوَّلِ زِيَادَةُ الْكَشْفِ وَهِيَ مَكْرُوْهَةٌ، وَفِي الثَّانِي تَرْكُ الْإِمَامِ مَقَامَهُ وَهُوَ مَكْرُوْهٌ (البناية على هامش فتح القدير، ج:۱،ص:۳۶۲)

بہر حال گذشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی امامت مکروہ ہے اور جماعت سنت ہے،اور قاعدہ ہے کہ جب سنت و کراہت دونوں جمع ہوجائیں تو اس صورت میں سنت کو ترک کرکے مکروہ کے ارتکاب سے بچنا بہتر ہے۔جیسا کہ بنایہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔صاحب بنایہ فرماتے ہیں:

اَلْجَمَاعَةُ سُنَّةٌ وَتَرْكُ مَا هُوَ سُنَّةٌ اَوْلَى مِنْ اِرْتِكَابِ مَكْرُوْهٍ، وَصَارَ حَالُهُنَّ كَحَالِ الْعُرَاةِ فِيْ اَنَّهُمْ اِذَا اَرَادُوْاالصَّلَاةَ بِجَمَاعَةٍ وَقَفَ الْإِمَامُ وَسْطَهُمْ لِئَلَّا يَقَعُ بَصْرُهُمْ عَلَى عَوْرَتِهِ فَإِنَّهُ مَكْرُوْه تُتْرَكُ السُّنَّةُ لِاَجَلِهِ۔ (البناية على هامش فتح القدير، ج:۱،ص:۳۶۲)

پس ثابت ہوا کہ عورتوں کی امامت مکروہ ہے اوران کے لیے افضل واحوط یہی ہے کہ وہ تنہا تنہا نماز پڑھیں اور جماعت نہ کریں۔

اسی بنایہ میں ہے: "اَنَّ الْاَفْضَلَ لِكُلِّ مِنَ النِّسَاءِ وَالْعُرَاةِ أَنْ يُّصَلِّيَ وَحْدَهُ،خَلَا أَنَّ الْعُرَاةَ يُصَلِّيْ كُلٌّ مِّنْهُمْ مُنْفَرِدًا قَاعِدًا بِإِيْمَاءٍ دُوْنَ النِّسَاءِ" (البنايه على هامش فتح القدير، ج:۱،ص:۳۶۲)

غیر مقلدوں کے نزدیک امامت نسواں کا حکم

مگر غیر مقلدوں کے نزدیک عورتوں کی امامت بلا کراہت جائز ہے،جیسا کہ ان کے مولوی فاروق الرحمٰن نے اپنی تازہ ترین تصنیف ''احناف کا رسول اللہ سے اختلاف'' میں اس مسئلہ کو ثابت کیا اور احناف پر خوب تنقید کی اور لکھ مارا کہ احناف حدیث کے خلاف کرتے ہیں جب کہ امامت نساء حدیث سے ثابت ہے اور مسئلہ میں احناف نے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک (حوالہ مذکورہ کتاب،ص:۳۱۸)

غیر مقلدوں کے دلائل:

امامت نساء کے بلا کراہت جواز پر غیر مقلدوں کی دلیل یہ حدیث پاک ہے جس کی تخریج امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں بایں طور کی ہے:

عَنْ عَبْدِالله بن إدريس عن ليث عن عطاء عن عائشة رضى الله عنها: أنها كانت تؤذن وتقيم وتؤم النساء وتقوم وسطهن۔(مستدرك، ج:۱، كتاب الصلوٰة)

مذکورہ حدیث پاک کئی طرق سے مروی ہے۔اس کی تخریج امام ابن شیبہ نے بھی اپنی مصنف میں کی ہے اور محرر مذہب حنفیہ سیدنا امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان نے کتاب الآثار میں بایں طور اس حدیث کی تخریج کی ہے:

أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد بن أبي سليمان، عن ابراهيم النخعي عن عائشة رضى الله عنا كانت تؤم النساء في شهر رمضان فتقوم وسطًا۔ (نصب الراية، ص:۳۳)

مذکورہ احادیث سے غیر مقلد استدلال کرتے ہیں کہ

امامت نسواں بلا کراہت جائز ہے۔

احناف کی طرف سے مذکورہ احادیث کا جواب:

پہلا جواب:

ہم احناف مذکورہ حدیث پاک کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امامت فرمانا یہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب عورتیں مسجد میں با جماعت نماز پڑھتی تھیں۔ تو اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کی امامت فرمائی لیکن بعد میں عورتوں کی امامت منسوخ ہوگئی۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

وَيُروى فِي ذالك أحاديث لكن تِلك كانت فى ابتداءِ الاسلام ثُمَّ نُسِخَتْ بَعْدَ ذَالك۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج:۱،ص:۲۳۴)

اور ہدایہ میں ہے:

وَحُمِلَ فِعْلُهَا الْجَمَاعَةَ على ابتداءِ الاسلام۔

(هدایه اولین، ص:۳،باب الامامة)

بہر کیف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امامت فرمانا یہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے اور بعد میں عورتوں کی امامت منسوخ ہوگئی۔ لہٰذا ام المومنین کی حدیث کی وجہ سے امامت نسواں کے بلا کراہت جواز کا قول کرنا درست نہیں۔

دوسرا جواب:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امامت نسواں فرمانے والی حدیث اور وہ تمام احادیث جن سے امامت نسواں کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہ سب کی سب منسوخ ہیں۔ اور ان کے لیے ناسخ کئی احادیث ہوسکتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی حدیث:

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى أَنَّ عَمْرَوبْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ اَبِيْ الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِي ﷺ قَالَ "صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا۔

(ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، ص: ۸۴، سطر: ۱۵، ۱۶، ۱۷)

دوسری حدیث:

"ان اَحَبَّ صَلَاة المرأةِ اِلَى اللهِ فى أشَدِّ مَكَانٍ فِيْ بَيْتِهَا ظُلْمَةً" (وأخرجه البيهقى، ج:۳،۱۳۱ من حديث بن مسعود مرفوعًا)

تیسری حدیث:

وَأَقْرَبُ مَاتَكُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا۔

اس حدیث پاک کے بارے میں فتح القدیر کے مخرج محقق نے لکھا ہے:

حسن ،اخرجه ابن حبان وابن خزيمة وابن عدى فى الكامل كلهم من حديث بن مسعود واسناده غير قوى لكن له شاهد وهو حديث ام حميد، اخرجه بن حسبان۔ (فتح القدير ،ج:۱،ص:۳۶۴)

مذکورہ تمام احادیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث اور جملہ امامت نسواں والی احادیث کے لیے ناسخ ہوسکتی ہیں۔ حضرت امام ابن الہمام علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی فتح القدیر، ج:۱، میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

اور ام المومنین والی حدیث اور وہ تمام احادیث جن سے امامت نسواں کا ثبوت فراہم ہوتا ہے وہ سب کی سب منسوخ ہیں اور پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ منسوخ

احادیث قابل احتجاج نہیں ہوتی ہیں لہٰذا منسوخ احادیث کا سہارا لے کر امامت نسواں کے بلاکراہت جواز کا قول کرنا کسی ذی عقل وذی فہم پر انسان کا کم نہیں بلکہ دور حاضر کے نام نہاد اہل حدیث عقل سے پیدل غیر مقلدوں کی پیداوار وخرافات ہے۔

حقیقت کاانکشاف:

پہلی حدیث میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"صَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ بَيْتِهَا"

اس حدیث میں لفظ مخدع آیا ہے اور مخدع کی تعریف وتشریح محدثین اور اصحاب لغات نے بایں الفاظ کی ہے۔

مخدع هو البيت الصغير الذى يكون داخل البيت وقال السندى: هو البيت اللذى يخبأفيه خير المتاع وهو الخزانة داخل البيت۔(حاشيه ابوداؤد)

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ مخدع سے یہی ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ عورتیں تنہا تنہا نماز پڑھیں کیوں کہ مخدع میں جماعت ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کہ جماعت کے لیے تو وسیع وعریض جگہ درکار ہے۔

ایک اہم بات:

اگر مذکورہ بالا احادیث طیبہ کو امامت نسواں والی احادیث کے لیے ناسخ نہ مانا جائے تب بھی یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ احادیث مذکورہ کی وجہ سے امامت نسواں مکروہ ضرور ہے۔ جیسا کہ تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ،ج:۱،ص:۳۴۸ پر ہے:

كُرِهَ جَمَاعَةُ النِّسَاءِ وَحْدَهُنَّ لِقَوْلِهِ ﷺ صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِيْ بَيْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِيْ حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِيْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَافِيْ بَيْتِهَا ۔

(اخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلوٰة)

مزید برآں ان دونوں خرابیوں کی وجہ سے بھی امامت نسواں مکروہ ہے جو ماقبل میں مذکور ہوئیں۔یعنی جماعت کرنے کی صورت میں عورتوں کی امام کا وسط میں کھڑا ہونا۔ جیسا کہ تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ،ج:۱،ص:۳۴۸ پر ہے:

كُرِهَ جَمَاعَةُ النِّسَاءِ لِاَنَّه يَلْزَمُهُنَّ اَحَدُ الْمَحْذُوْرَيْنِ اِمَّا قِيَامُ الْاِمَامِ وَسْطَ الصَّفِّ وَهُوَ مَكْرُوْهٌ أو تَقَدَّمَ الْإِمَامُ وَهُوَ اَيْضًا مَكْرُوْهٌ فِيْ حَقِّهِنَّ فَصِرْنَ كَالْعُرَاةِ لَمْ يُشْرَعْ فِيْ حَقِّهِنَّ الْجَمَاعَة أَصْلًا وَلِهٰذَا لَمْ يُشْرَعْ لَهُنَّ الْأَذَانُ وَهُوَ دُعَاءٌاِلَى الْجَمَاعَةِوَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ جَمَاعَتِهِنَّ تَشْرع ۔

نیز اگر امامت نسواں والی حدیث کو منسوخ نہ مانا جائے تب امامت نسواں والی حدیث یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی امامت والی حدیث کا جواب یہ ہوگا کہ ام المومنین نے عورتوں کی امامت اس وقت فرمائی جب ان کی جماعت مستحب تھی لیکن بعد میں یہ استحباب منسوخ ہوگیا۔جیسا کہ تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ،ج:۱،ص:۳۴۸ پر ہے:

لِاَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَعَلَتْ كَذٰلِكَ حِيْنَ كَانَ جَمَاعَتُهُنَّ مُسْتَحَبَّةٌ ثُمَّ نُسِخَ الاِسْتِحْبَابُ۔ مذکورہ دلائل سے شمس وامس کی طرح واضح ہوگیا کہ عورتوں کی امامت مکروہ ضرور ہے۔

نیز ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ ہمیشہ عورتوں کی امامت فرماتی تھیں۔اور یہ سلسلہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف تک جاری رہا، بلکہ حدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ

ایک یا دو چند بار ایسا ہوا کہ آپ نے عورتوں کو نماز پڑھائی اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب عورتیں مسجد میں جا کر نماز پڑھتی تھیں۔

لہٰذا اس حدیث سے امامت نسواں کا جواز بلا کراہت ثابت کرنا درست نہیں بلکہ بے جا بات ہے ایک طرح سے عقل کے ساتھ دشمنی ہے۔ اور اصول واحکام وشرع سے ناواقفی کی روشن دلیل ہے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک سے لے کر اب تک عورتیں تنہا تنہا بغیر جماعت کے نماز پڑھتی رہی ہیں اور کسی کتاب میں بھی یہ نہیں ہے کہ حضور ﷺ، صحابہ کرام یا تابعین عظام یا تبع تابعین عظام یا ان کے بعد کے زمانے میں عورتیں جماعت سے نماز پڑھتی تھیں۔ جس کو ہر مسلمان کا بچہ بچہ جانت ہے۔ سوائے اس حدیث کے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امامت والی ہے۔ یا حضرت ام ورقہ اور حضرت ام سلمہ والی ہے اور ان تمام احادیث کا جواب اور محمل یا قبل میں ذکر کر دیا گیا، پس ان اسباب مذکورہ کے سبب امامت نسواں مکروہ ہی ہے۔

نیز اگر عورتیں جماعت سے نماز پڑھیں گی تو ان کی امام وسط میں کھڑی ہوگی جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، حالانکہ کے مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو مقتدی ہوں تو امام کا آگے بڑھنا واجب ہے تو مذکورہ صورت میں صفت وجوب کا انتفا لازم آ رہا ہے۔

والمذهب عندنا ان انتفاء صفة الوجوب تستلزم انتفاء صفة الجواز۔

پس اس وجہ سے بھی امامت نسواں درست نہیں۔

خلاصہ:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ ہمارے فقہائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے نزدیک امامت نسواں مکروہ ہے اور اس میں احادیث صحیحہ کی قطعاً مخالفت نہیں بلکہ ان احادیث صحیحہ کی مخالفت ہے جو منسوخ ہیں یا کسی اور وجہ معقول ومنقول سے نا قابل استدلال اور نا قابل عمل ہیں اور جن کے نا قابل استدلال اور نا قابل اعتبار وعمل ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے لہٰذا فقہائے احناف علیہم الرحمۃ والرضوان نے احادیث صحیحہ منسوخہ کو ترک کر کے احادیث صحیحہ ناسخہ پر عمل کرتے ہوئے اور اصول احکام وشرع کو مد نظر رکھتے ہوئے حالات زمانہ کی وجہ سے امامت نسواں کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اس لیے مسئلہ ہٰذا میں احناف پر یہ اعتراض کرنا کہ انہوں نے احادیث کی مخالفت کی ہے، بے جا بات ہے اور ایک طرح سے بے چارے عوام کالانعام کو مغالطے میں ڈالنا ہے اور حق اور صواب یہ ہے کہ احناف نے آج تک کسی بھی مسئلہ میں کسی ایک حدیث صحیح کی بھی مخالفت نہیں کی چہ جائے کہ چند احادیث کی مخالفت کریں۔

احناف پر جو احادیث کی مخالفت کا الزام ہے وہ محض تعصب، حقائق سے چشم پوشی اور احناف سے بلا وجہ بغاوت کی کھلی دلیل ہے۔ جب کہ حق یہ ہے کہ فقہ حنفی میں احادیث کریمہ کی قطعاً مخالفت نہیں ہے بلکہ مکمل فقہ حنفی، کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔ لہٰذا ہر منصف اور ہر ذی علم سے ہماری مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ احناف پر احادیث کی مخالفت کا الزام لگائے بغیر ہم احناف کی کتب کا بنظر غائر مطالعہ کر لے تب شمس وامس کی طرح یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ فقہ حنفی میں احادیث کی قطعاً مخالفت نہیں بلکہ فقہ حنفی کا احادیث کریمہ سے ایسا گہرا اور مضبوط تعلق ہے جیسے کلے کی انگلی کا بغلی انگلی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا حقیقت کا سراغ لگائے بغیر فقہائے احناف پر احادیث کی مخالفت کا الزام تھوپنا بے جا ظلم وجفا اور مکر و فریب ہے۔

اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل جملہ اہل سنت وجماعت کو تمام بدمذہبوں کے مکر وفریب سے محفوظ رکھے اور مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب،وما علینا الا البلاغ

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــہ:

فقیر قادری محمد ذیشان رضا مصباحی معصوم پوری

خادم سنی حنفی دارالافتا وامام وخطیب سنی جامع مسجد

مڑگاوں، گوآ

آدھار کارڈ سے پیسے نکالنے کا چارج لینا کیسا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ان مسائل میں

پہلا مسئلہ:

کہ زید ایک کمپنی کی طرف سے ایک ایپ (App) لیا ہے جس سے مینی اے ٹی ایم (Mini ATM) مشین کے ذریعہ لوگوں کو ان کے بینک ایکاؤنٹس (Bank Account) سے اے ٹی ایم کارڈ یا آدھار کارڈ (ATM Card Adhaar Card) کے ذریعہ پیسے نکال کر دیتے ہیں اور جن لوگوں کو پیسے نکال کر دیتے ہیں ان لوگوں سے کچھ پیسے زیادہ لیتے ہیں مثلا 1000 روپیہ میں 10 روپیہ---۔ 2000 روپیہ میں 20 روپیہ وغیرہ تو یہ زیادہ روپیہ لینا کیسا ہے؟ یہ تو ایک صورت ہوئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گاہک سے بھی زیادہ پیسے لیتے ہیں اور کمپنی کی طرف سے بھی کچھ پیسے ملتے ہیں تو اس طرح دونوں طرف سے پیسے لینا کیسا ہے؟ تیسری صورت یہ ہے کہ جو پیسے کمپنی کی طرف سے مل رہے ہیں اگر اس کو صدقہ کر دیا جائے اور جو پیسے گاہک سے لے رہے ہیں اس کو لے لیا جائے تو اس طرح کرنا بھی کیسا ہے؟ اوپر کی دوصورتوں کے مطابق کافر سے لینا کیسا ہے اور مسلمان سے لینا کیسا ہے؟ مدلل ومفصل جواب ارشاد فرمائیں۔

دوسرا مسئلہ:

مرد کو چاندی کی ایک نگ والی ایک انگوٹھی جو وزن میں ساڑھے چار ماشے سے کم ہو مرد کو پہننا جائز ہے، بعض مردوں کو دیکھا گیا ہے کہ بواسیر یا کوئی اور بیماری کی وجہ سے بغیر نگ والی چاندی کی انگوٹھی پہنتے ہیں جو کہ چھلے کے مشابہ ہو اس طرح کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے اور اسی طرح انگوٹھی پہننے کی حالت میں جو نمازیں پڑھی گئیں اس کا حکم کیا ہے؟ (دوسرے دھات کی انگوٹھی یا چھلہ پہننا وہ تو ناجائز ہے،ہی چاندی کے چھلے کا حکم کیا ہے)

سائل: محمد زاہد رضا

ساکن: کنک پور، کھڑگپور، مغربی بنگال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجوابــــــــــــــــــــــ

حامدا ومصلیا ومسلما

[۱] اس سوال کی تمام صورتوں کا جواب جاننے سے قبل یہ وضاحت ملاحظہ کریں، ہماری معلومات کے مطابق اس قسم کی آن لائن خدمات فراہم کرنے والی کمپنیاں مختلف انداز کی ہوتی ہیں، کچھ کمپنیاں آئی ڈی ہولڈر کو اپنی آئی ڈی دینے کے ساتھ روپے نکالنے اور جمع کرنے کے تمام ڈوائسس بھی دیتی ہیں، اس قسم کی کمپنیاں آئی ہولڈر کو اپنے گاہکوں سے کچھ اضافی چارج لینے سے منع کرتی ہیں اگر کوئی آئی ڈی ہولڈر کسی کسٹمر سے کوئی اضافی

چارج وصول کرے اور کسٹمر مین برانچ میں اس کی شکایت کرے تو یہ کمپنیاں اس کے خلاف سخت کاروائی کرتی ہیں، ساتھ ہی اس کی آئی ڈی بلاک کردی جاتی ہے اور کچھ کمپنیاں صرف آئی ڈی دیتی ہے اور روپے نکالنے اور جمع کرنے کے ڈیوائسس مہیا کرنا آئی ڈی ہولڈر کے ذمہ ہوتا ہے نیز یہ کمپنیاں آئی ہولڈر کو اپنے گاہکوں سے کچھ اضافی چارج وصولنے پر نہ کچھ نوٹس کرتی ہیں اور نا ہی کسی کسٹمر کی شکایت پر کوئی قانونی کارروائی، اس وضاحت کے مطابق اگر زید پہلی قسم کی کمپنی کا آئی ڈی ہولڈر ہے تو اسے مسلمان یا کافر کسی کسٹمر سے اضافی رقم لینا درست نہیں کہ یہ اس کمپنی کی رو سے قانونا جرم ہے، گویا ایسی صورت میں اپنے گاہک سے اضافی چارج لے کر خود کو ذلت ورسوائی پر پیش کرنا ہے اور مسلمان کو ایسے کاموں سے بچنا واجب ہے، فقیہ اسلام امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: **ان من الصور المباحة ما یکون جرما فی القانون ففی اقتحامه تعریض النفس للاذی والاذلال وهو لایجوز فیجب التحرز عن مثله** [فتاویٰ رضویہ ہفتم، ص ۱۱۵، قدیم] اور اگر زید دوسری قسم کی کمپنی کا آئی ڈی ہولڈر ہے تو اضافی چارج لینا جائز ودرست ہے کہ یہ پیسہ نکلوانے یا جمع کرانے کی اجرت ہے گویا وہ شخص ایک ہی وقت میں کمپنی اور اپنے کسٹمر دونوں کا کام کرتا ہے اور دونوں سے اجرت اور مزدوری لیتا ہے شرعا اس میں کوئی خلل نہیں، ایسے شخص کو فقہی اصطلاح میں ''اجیر مشترک'' کہا جاتا ہے جو کسی مخصوص وقت میں کسی ایک ہی کا کام کرنے کا پابند نہ ہو، ہدایہ میں ہے: **المشترک من لایستحق الاجرة حتی یعمل کالصباغ والقصار لان المعقود علیه اذا کان هو العمل او اثره کان له ان یعمل للعامة لان منافعه لاتصر مستحقة لواحد فمن هذاالوجه یسمی اجیرامشترکا** [آخرین، ص ۲۹۲] صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر کرتے ہیں: اجیر مشترک وہ ہے جس کے لیے کسی وقت خاص میں ایک شخص کا کام کرنا ضروری نہ ہو اس وقت میں دوسرے کا بھی کام کرسکتا ہو جیسے دھوبی، خیاط (درزی) حجام، حمال (بوجھ اٹھانے والا) وغیرہم جو ایک شخص کے کام کے پابند نہیں ہیں، اجیر مشترک میں اجارہ کا تعلق کام سے ہے لہذا وہ متعدد اشخاص کے کام لے سکتا ہے [بہار شریعت سوم، ص ۱۵۵، تخریج شدہ] بہرصورت کمپنی کی طرف سے ملنے والی کمیشن کا وہ مالک ہے اور یہ پیسے اس کے لیے حلال ہیں اسے چاہے صدقہ کرے یا اپنے کسی نیک وجائز کام میں صرف کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

[۲] چھلا مطلقا مردوں کو منع ہے خواہ ساڑھے چار ماشہ سے کم چاندی کا ہو یا اس سے زائد یونہی غیر چاندی کا بھی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ چھلا خاص عورتوں کے لباس سے ہے اور مردوں کو عورتوں سے تشبہ ممنوع ہے، ایسی صورت میں نماز مکروہ ہوگی اور رہا بطور دوا اس کا استعمال جبکہ ساڑھ چار ماشہ چاندی سے کم ہو تو یہ بھی جائز نہیں کہ ناجائز چیز سے علاج وہاں جائز ہے کہ اس کے بغیر اس کا علاج نہ ہو اور یہ بات ثقہ غیر فاسق مسلمان ڈاکٹر کے خبر دینے سے معلوم ہو، اور یہاں دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں لہذا اس سے بچنا لازم ہے، فقیہ اسلام امام احمد رضا قدس سرہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: حرام ہے، **فقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی الذهب والفضة هما محرمان علی ذکورامته قلت: ولایجوز القیاس علی خاتم الفضة لانه لایختص بالنساء بخلاف مانحن فیه فینهی عنه الاتری الیٰ مافی رد المحتار عن شرح النقایة انما یجوز التختم بالفضة لوعلی هیئة خاتم الرجال اما لو له فصان او اکثر حرام**

انتھیٰ و لان الخاتم یکون للتزین و اما للخاتم ھذا فلا شئی فیه الا التزین و قد قال فی الدر المختار لا یتحلی الرجل بفضة الا بخاتم اذا لم یرد به التزین [فتاویٰ رضویہ، ج:۲۲، ص:۱۴۸-۱۴۷] اسی میں ہے: تانبہ پیتل، کانسہ، لوہا تو عورتوں کو بھی پہننا ممنوع ہے اور اس سے نماز ان کی بھی مکروہ ہے اور چاندی کا چھلا خاص لباس زنان ہے، مردوں کو مکروہ اور مکروہ چیز پہن کر نماز بھی مکروہ [فتاویٰ رضویہ، ج۲۲،ص۱۳۰] اسی میں دوسرے مقام پر ہے: چاندی سونے کے سوا لوہے، پیتل، رانگ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں چہ جائیکہ مردوں کے لیے اور عوام کا یہ اختراعی خیال ممانعت شرع کو رفع نہیں کر سکتا کہ اگر ناجائز چیز کو دوا کے لیے استعمال کرنا جائز بھی ہو تو وہاں کہ اس کے سوا دوا نہ ملے اور یہ امر طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے اخبار سے معلوم ہوا اور یہاں دونوں امر متحقق نہیں۔ [ایضا،ص:۱۵۴-۱۵۳] واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبـــــــــــہ

ابو الاختر مشتاق احمد امجدی غفرلہ

ازہری دار الافتا

امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

یکم رجب المرجب ۱۴۴۳ھ/ ۳ر فروری ۲۰۲۲ء

فضائل

ماہِ رمضان ماہِ غفران ہے

مفتی مشتاق احمد امجدی، ناسک☆

مسلمان ماہِ صیام کے روزوں کا حقیقی مقصد حاصل کرنے کی کوشش کریں:

ماہِ رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے جو سراپا خیر و برکت، رحم و کرم، بخشش و مغفرت کا حسین سنگم اور اللہ عزوجل کی عظیم نعمت ہے، جس کے استقبال کے لیے سال بھر بہشت بریں کو سجایا اور سنوارا جاتا ہے، جس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی اکرام و نوازشات اور الطاف و عنایات کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اس کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش برسائی جاتی ہے اور یہ مبارک و مسعود مہینہ گناہوں سے تھکے ماندوں، عصیاں شعاری سے چور اور شیطان کی اطاعت و فرماں برداری سے مجبور بندوں کے لیے سایہ کناں ہوتا ہے جس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کے مومن بندے اس موسم خیر میں اپنے کیے برے اعمال پر اشک ندامت بہا کر اپنے قلوب کو گناہوں کے زنگ سے دھوئیں، رب کی نافرمانی سے اجتناب کر کے روزہ و نماز، کثرت صدقہ و خیرات، قرآن کریم کی تلاوت و سماعت اور دیگر کار خیر سے رب کو راضی کریں، مگر افسوس صد افسوس مغربی تہذیب و تمدن اور یورپ کی تہذیب نو نے ہمیں اسلامی تعلیمات سے دور کر کے ہمارے سماج کو ہر انگل سے کھوکھلا کر دیا ہے، اسلامی فکر، اسلامی شوکت اور اسلامی تصور سے ہم کوسوں دور ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں مسلمانان عالم اس موسم خیر و برکت کو پا کر بھی اس کی برکتوں، رحمتوں اور نعمتوں سے محروم نظر آتے ہیں جو یقیناً ہماری غفلت و بے راہ روی اور دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزق خدا کھایا کیا، فرمان حق ٹالا کیا
شکرِ کرم ترسِ سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلا شبہ ہم سخت سستی و کوتاہی کے شکار ہیں، ہماری آنکھوں پر غفلت کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں، آج ہماری نگاہوں میں ماہ رمضان کی صحیح قدر و قیمت اور عظمت و بزرگی نہیں، ہم اس کے حقیقی اسرار و رموز سے ناواقف اور اس کے مقصد اصلی سے نابلد ہیں جبکہ قرآن حکیم نے جہاں ہمیں روزے کا حکم دیا ہے وہیں اس کے محور اصلی اور مقصد حقیقی کو بھی واضح الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔

چنانچہ میرا رب جلیل ارشاد فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[البقرہ،۱۸۳]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے (کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں قول باری تعالیٰ "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ" سے جہاں روزے کی فرضیت بیان کی گئی وہیں قول عزوجل "كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ،، سے روزہ داروں کو دلاسا اور تسلی بھی دی گئی ہے کیونکہ روزہ ایسی عبادت ہے جس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے اور اس میں بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرنی پڑتی ہے جو نفس انسانی کے لیے ایک مشکل امر ہے۔

لہذا فرمایا گیا کہ اے امت محمد (علیٰ صاحبھا الصلوۃ والسلام) روزہ کی مشقت سے تم غم نہ کھاؤ، کبیدہ خاطر نہ ہو، تسلی رکھو کیونکہ یہ کوئی نئی مشقت نہیں جو صرف تم پر ڈالی گئی ہے بلکہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض چلی آرہی ہے۔ساتھ ہی رب تعالیٰ نے اپنے اس قول ،،لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ،، سے یہ بھی بیان فرمادیا کہ یہ روزہ جو تم پر فرض کیا گیا ہے یہ بے مقصد اور بے معنی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک اہم راز پوشیدہ اور ایک عظیم مقصد پنہاں ہے اور وہ راز یہ ہے کہ مومنوں کے دلوں میں تقویٰ و پرہیزگاری کی خوبیاں پیدا کی جائیں۔

قرآن وسنت کی تشریحات کی روشنی میں انسان کے اندر دو قوتیں پائی جاتی ہیں نفسانیت اور روحانیت،نفسانیت سے جرائم ومعاصی اور گناہ کا صدور ہوتا ہے اور روحانیت سے تقویٰ و پرہیزگاری اور خیر وصلاح کے چشمے جاری ہوتے ہیں، چونکہ اسلام نے نفسانیت کا قلعہ قمع کرنے اور روحانیت کے فروغ دینے پر کافی زور دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس کے لیے سب سے زیادہ پر کشش پیٹ اور شرمگاہ کی شہوتوں کو پورا کرنا ہے بلفظ دیگر کھانا، پینا اور جماع کرنا نفس کا محبوب عمل ہے اور انہیں تینوں سے باز رہنے کا نام روزہ ہے جب انسان تینوں پرکشش چیزوں سے باز رہ کر نفس کشی شروع کرتا ہے ٹھیک اسی وقت روحانیت میں ابھار شروع ہوجاتا ہے اور جب نفسانیت بالکل مٹ جاتی ہے تو بندۂ مومن کی روحانیت میں ایسا انقلابِ عظیم برپا ہوتا ہے کہ انسان روحانیت کا تاجدار بن جاتا ہے، اس سے انوار و تجلیات کی شعاعیں پھوٹنے لگتی ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے چشمے ابلنے لگتے ہیں اور یہی روزہ کا مقصد اصلی ہے۔

اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ عالم بالا کی پاکیزہ مخلوق (فرشتے) نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ بیوی رکھتے ہیں، جبکہ روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک انہی تین چیزوں (کھانا، پینا اور جماع) سے رکنے کا نام ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روزے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم ان تینوں چیزوں سے پرہیز کرکے ہماری پاکیزہ مخلوق کی مشابہت اختیار کروگے تو ہماری اس پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ صفت بھی تمہارے اندر پیدا ہوجائے گی اور وہ صفت ہے: لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ۔ (التحریم،۶)

ترجمہ: اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں (کنزالایمان)

اور اسی کا حاصل ''تقویٰ'' ہے،جس کا درس ،،لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ،، میں دیا گیا ہے۔

تقریباً اسی بات کو اس حدیث شریف میں بھی بیان فرمایا گیا ہے جو ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لِكُلِّ شَيۡءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الۡجَسَدِ الصَّوۡمُ۔ (ابن ماجہ ص۱۲۵)

یعنی ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے اور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ''روزہ'' ہے۔

بہر حال روزے کا اصل مقصد ''تقویٰ'' ہے، اسی تقویٰ کے حصول کے لیے اس آخری امت پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کیے گئے اور روزے کا وقت طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک رکھا گیا اور پھر اس کے لیے مہینہ وہ مقرر کیا گیا

جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی ایک عظیم رات ''شبِ قدر'' ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ہوسکتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جس کو "تراویح" کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے احادیث طیبہ میں ان دونوں عبادتوں (روزہ وتراویح) کے بہت زیادہ فضائل ومحاسن ارشاد فرمائے گئے ہیں:

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه وَمَنْ قَامَ رَمضَانَ اِيْمَانًا وَّ احتِسَابًا غُفِرَ لَه مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه(صحیح بخاری ۱/۲۷۰، صحیح مسلم ۱/۲۵۹)

ترجمہ: جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی امید پر ماہِ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جو شخص ایمان کی حالت میں بامید ثواب ماہِ رمضان میں قیام کرے یعنی نوافل، تراویح وغیرہ پڑھے اس کے بھی گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

لیکن اس عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے صرف روزہ (ترک اکل وشرب اور ترک جماع) رکھ لینا اور تراویح پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس ماہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غفلت کے پردوں کو دل سے دور کیا جائے، اصل مقصدِ تخلیق کی طرف رجوع کیا جائے، گزشتہ گیارہ مہینوں میں جو گناہ ہوئے ان کو معاف کرا کر آئندہ گیارہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے استحضار اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ گناہوں سے اجتناب کا جذبۂ صادق پیدا کیا جائے، خاص طور پر جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور فضول گوئی سے پرہیز کیا جائے اور یہ عہد کیا جائے کہ اس برکت ورحمت اور مغفرت کے مہینے میں آنکھ، کان، زبان اور دیگر اعضا کے غلط استعمال سے مکمل پرہیز کرے گا، ورنہ صرف ظاہری روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ جائے اس میں ناجائز مناظر، لڑکیوں کے عریاں ونیم عریاں فوٹوز اور فحش وگندی فلموں سے وقت گزاری کرے، مجلسوں میں بیٹھ کر کسی کی غیبت وچغل خوری کرے اور، جھوٹے لطیفوں سے مزے لوٹے تو اس طرح حلال چیزوں (اکل وشرب اور بیوی سے جماع) سے اجتناب کر کے حرام کاموں (جھوٹ، غیبت، چغل خوری) میں ملوث ہوکر روزہ رکھنے سے ہرگز ہرگز روزے کے برکات حاصل نہ ہوں گے بلکہ اس طرزِ عمل سے انسان برکات روزہ سے یکسر محروم ہوکر سخت خسارے میں مبتلا ہوجائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِه فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَن يَّدَعَ طَعَامَه وَشَرَابَه۔ (صحیح بخاری شریف)

ترجمہ: جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کام اور باطل کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معاصی ومنکرات سے بھی زبان ودہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے، اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پرواہ نہیں، ایک اور حدیث شریف میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ اِلَّا السَّهْرُ۔ (سنن ابن ماجہ حدیث ۱۶۹۰۔ سنن نسائی حدیث ۳۳۳۳)

ترجمہ: بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ انہیں بھوکا رہنے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر گناہوں سے نہ بچے تو روزہ، تراویح اور تہجد وغیرہ سب بیکار ہے، روزہ دار اور تہجد گذار بندہ کی زندگی پر روزہ اور نماز کا کچھ اثر ظاہر نہ ہوگا۔

اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مَالَمْ يَخْرِقْهَا۔ (نسائی شریف حدیث ۲۲۳۳)

ترجمہ: روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ یعنی روزہ آدمی کے لیے شیطان کے مکر اور اللہ کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جب تک گناہوں (جھوٹ وغیبت وغیرہ) کا ارتکاب کر کے روزے کو خراب نہ کرے۔

ان تمام احادیث شریفہ کا حاصل یہی ہے کہ روزے کی حالت میں صرف بھوکے پیاسے رہنے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ گناہوں سے بھی بچنے کی پوری پوری کوشش کرے تا کہ اس کی زندگی میں صلاح وفلاح اور تقویٰ و پرہیز گاری کی چمک دمک نظر آئے کیونکہ روزے کے مقصد اصلی (تقویٰ) اور رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیے گناہ کے کاموں سے پرہیز نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر روزہ دار بندہ ہرگز ہرگز تقویٰ کی سعادت سے سرفراز نہیں ہوسکتا۔

روزہ کے مقصد اصلی کو حاصل کرنے، اس کی برکتوں اور رحمتوں سے مالا مال ہونے اور اس کی نعمتوں سے سرفراز ہونے کے لیے روزہ ونماز کی پابندی، نماز تراویح کے اہتمام اور ترک معاصی ومنکرات کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی معمولات ہیں جو حصول تقویٰ کے لیے معاون و مددگار ہیں، ذیل میں چند طریقے درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) صدق دل سے توبہ واستغفار: جب قلب مومن گناہوں کے میل کچیل سے آلودہ ہو تو وہ نیک اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتا، اس کی مثال یوں دی جاتی ہے کہ جب کسی شخص کا معدہ خراب ہو اور اسے کوئی مقوی غذا دی جائے تو ہرگز ہرگز اس آدمی پر اس کا کچھ بھی اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے کیوں کہ اس کا اثر قبول کرنے کے لیے معدہ کا صالح ہونا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے بلا تشبیہ جب انسان گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے تو اس کا دل بیمار ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی عبادت و بندگی کے لیے راغب نہیں ہوتا اس لیے سب سے پہلے اس بیمار دل کا علاج ضروری ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا:

اِنَّ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ وَدَوَاءُ الذُّنُوْبِ اَلْاِسْتِغْفَارُ۔

یعنی ہر بیماری کی دوا ہے اور گناہوں کی بیماری کی دوا توبہ واستغفار ہے۔ [مرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب ،عن علی مرفوعا]

بلاشبہ جب ایک گنہگار انسان صدق دل سے توبہ واستغفار کرتا ہے تو اس کے دل سے گناہوں کے سارے میل کچیل دھل جاتے ہیں اور جب دل گناہوں کی گندگی سے صاف ہو کر چمکنے لگے تو اب خدا کی بندگی میں دل بھی لگنے لگتا ہے اور اس پر عبادتوں کا رنگ بھی چڑھنا شروع ہو جاتا ہے، ماہ رمضان خطاؤں کی معافی اور قبول توبہ کے لیے موسم بہار ہے۔

چنانچہ اس مبارک مہینے کی ہر رات طلوع صبح صادق تک آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے: یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ تَمِّمْ وَ اَبْشِرْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَابْصِرْ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ یُغْفَرَلَه هَلْ مِنْ تَائِبٍ یُتَابُ عَلَیْهِ هَلْ مِنْ دَاعٍ یُسْتَجَابُ لَه هَلْ مِنْ سَائِلٍ یُعْطیٰ سُؤالُه۔ [زواجر، اول]

ترجمہ: اے خیر کے طلب گار! تمام کر اور خوش ہو اور اے برائی کے چاہنے والے رک جا اور عبرت حاصل کر، کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اس کی بخشش کی جائے، کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کیا کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، کیا کوئی سوالی ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ معلوم ہوا ماہ رمضان سراپا مقبولیتِ توبہ کی گھڑی ہے اسی لیے ہر بندۂ مومن کو چاہیے کہ اس مبارک مہینے کی آمد پر سب سے پہلے رب کی بارگاہ میں گڑگڑائے اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائے اور آئندہ رب کی فرماں برداری کا عزم مصمم کرے تو وہ بندہ رب کی رحمت سے ضرور نوازا جائے گا اور اس کا قلب گناہوں کی گندگیوں سے یکسر پاک وصاف ہو جائے گا۔

(۲) تلاوتِ قرآنِ مجید کی کثرت: اس مبارک مہینے میں قرآنِ کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کیوں کہ رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مناسبت اور تعلق ہے۔

چناں چہ اسی مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا۔

ارشادِ خداوندی ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ، ۱۸۵)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا (کنز الایمان)

نیز حدیث شریف میں آیا ہے: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ. وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ (مسند احمد، ۶۵۸۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن قیامت کے دن سفارش کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور شہوت سے روکا تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا تو تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما تو دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی، اسی لیے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے تاکہ امتیوں کے لیے نمونۂ عمل ہو جائے نیز یوں تو تمام ہی بزرگان دین کے لیل ونہار کی مصروفیات میں قرآن کریم کی تلاوت کی مشغولیت ہوتی ہے مگر خاص کر ماہ رمضان میں تلاوت کے معمول میں غیر معمولی اضافہ ہو جایا کرتا تھا۔

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایتوں میں آتا ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ) رمضان شریف میں اکسٹھ (۶۱) ختم کیا کرتے تھے۔ تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں۔ (بہار شریعت، ۱/ ۶۹۵ مخرجہ)

لہٰذا ہمیں بھی اس مبارک مہینے میں مصطفٰے جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے بافیض غلاموں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کرنی چاہیے، ویسے نماز تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل۔ (بہار شریعت، ۱/۶۸۹ مخرجہ)

(۳) دعا کا اہتمام: رمضان المبارک کے انوار وبرکات حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا اہتمام بھی لازمی حصہ ہے، بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کے مقبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثَلٰثَۃٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمْ۔ اَلصَّائِمُ: حَتّٰی یُفْطِرَ ۔ (ترمذی شریف، حدیث ۳۵۹۸)

ترجمہ: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی (یعنی ان تینوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے) ان میں سے ایک روزے دار کی دعا افطار کے وقت، غرض کہ یہ مہینہ دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس لیے جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ دعا کا اہتمام کیا جائے، اپنے لیے، اپنے اعزہ واقربا، دوست واحباب اور رشتے داروں کے لیے اور عالم اسلام کے لیے خوب خوب دعائیں مانگنی چاہیے۔

(۴) صدقات وخیرات کی کثرت:

ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے، پروردگار عالم اس مبارک ومسعود مہینے میں اپنی رحمتوں کے خزینے کھول دیتا ہے اور اپنے بندوں کو اس قدر نوازتا ہے کہ نفلی عبادتوں کا ثواب بڑھا کر فرض کے برابر کر دیتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر عطا فرماتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَقَرَّبَ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ [مشکوۃ، ۱۷۳]

ترجمہ: جو اس مہینہ میں کسی نفلی نیکی سے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اسے فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے اس مہینہ میں ایک فرض ادا کیا تو اسے دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب ہوگا نیز حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا پورے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن ماہِ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور دنوں کے مقابل اس قدر زیادہ ہوتی کہ جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو اس کی حاجت سے زیادہ نوازتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اِذَا دَخَلَ شَھْرُ رَمْضَانَ اَطْلَقَ کُلَّ اَسِیْرٍ وَاَعْطٰی کُلَّ سَائِلٍ [مشکوۃ، ۱۷۴]

یعنی جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تو حضور علیہ السلام قیدیوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور ہر مانگنے والے کو دیا کرتے تھے، لہٰذا ہم کو بھی اس بابرکت مہینے میں سرکار کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے کثرت سے صدقہ وخیرات اور محتاجوں کی حاجت پوری کرنی چاہیے۔

پروردگار عالم اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہر مومن مرد وعورت کو صحیح معنوں میں روزہ دار بنائے، ہر قسم کے معاصی ومنکرات سے محفوظ فرما کر ماہ صیام کے انوار وبرکات سے کثیر حصہ عطا فرمائے اور روزہ کے مقصد اصلی کے حصول میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ افضل الصلوۃ والتسلیم

محتاج دعا:

مشتاق احمد امجدی غفرلہ

خادم: امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

متوطن: احمد پور (پچھم ٹولہ افریل) کدوا، کٹیہار، بہار

8830789911

مولاعلی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کا عشق رسول

مولانا عبدالقادر مصباحی، دول پوری☆

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

یقیناً ہمارے پیارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام آپ ﷺ کے عشق ومحبت میں سرشار تھے، یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنا گھر بار، مال واسباب، عزیز واقربا اور رشتے ناطے سب قربان کردیئے یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی رضا کو ہمیشہ اپنی مرضی پر ترجیح دی۔

انہیں خوش نصیبوں میں سے ایک ذات خلیفۂ چہارم امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی بھی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار مدینہ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے، سید عالم ﷺ کی زیر کفالت ہی آپ کا بچپن اور لڑکپن گزرا۔ اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے کردار اور عادت واطوار سے بے پناہ متاثر ہوکر پیارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور پیارے آقا کی ہر بات کو دل وجان سے قبول کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی ک جب سید عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فوراً قبول کرلی۔

اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاصل کیا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے : عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ زَیْدَ بْنَ اَرْقَمَ یَقُوْلُ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلِیٌّ: رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَقَالَ حَدِیْث حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

ترجمہ: ایک انصاری شخص حضرت ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حصرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (الترمذی فی الجامع الصحیح، ابواب المناقب باب مناقب علی)

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سرکار سے والہانہ عشق ومحبت کے کئی واقعات ملتے ہیں۔

اول:

ہجرت کی رات آپ رضی اللہ عنہ ہی تھے جنھیں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد بستر رسول پر لیٹنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ذرا سوچیے کہ کوئی اپنے گھر میں رات کے وقت آرام کررہا ہو اور اسے یہ خبر مل جائے کہ باہر دشمن اس کی جان کے درپے ہیں تو اس کی نیند اڑ جائے گی اس کا چین وسکون ختم ہوجائے گا اگرچہ وہ جانتا ہو کہ باہر سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام موجود ہے مگر پھر بھی وہ مطمئن نہیں ہو پاتے، صرف یہی نہیں بلکہ گھر میں موجود دیگر افراد بھی بے چین اور خوف زدہ ہوجائیں گے، لیکن قربان جائیے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے بے مثال جذبۂ عشق پر کہ یہ جاننے کے باوجود کہ باہر دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں اور اپنے

مطلوبہ شخص کو نہ پا کر غصے میں دشمن کوئی بھی کاروائی کر سکتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب باتوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور جیسے ہی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خدا کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے لہٰذا میں آج مدینے روانہ ہو جاؤں گا، تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو جاؤ قریش کی ساری امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوتی ہیں ان کے مالکوں کے سپرد کر کے تم بھی مدینے چلے آنا۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو سونپنا شروع کیں اور مکے میں تین دن رہے، پھر امانتیں ادا کرنے کے بعد مدینے کی طرف چل دیئے۔ یہاں تک کہ قبا شریف پہونچ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت کلثوم کے مکان میں تشریف فرماتے تھے یہ بھی وہیں ٹھہر گئے۔ (اسد الغابۃ علی بن ابی طالب، ہجرتہ، ۴/ ۱۰۴ ملخصًا، والریاض النضرۃ، علی بن ابی طالب، الفصل الخامس فی ہجرتہ، ۲/ ۱۱۳، الجزء الثالث)

دوم: محبوب کی بھوک مٹانے کا جذبہ:

ایک مرتبہ نبی کریم کے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے حضرت علی ایک غیر مسلم کے باغ میں گئے اور کنویں سے پانی کے سترہ ڈول نکالے ہر ڈول کے بدلے میں ایک کھجور طے ہوئی تھی اس غیر مسلم نے اپنی تمام قسم کی کھجوریں حضرت علی کے سامنے رکھیں کہ جو کھجور چاہیں لے لیں۔ آپ نے سترہ عدد عجوہ کھجوریں لے لیں اور جا کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوالحسن! یہ کھجوریں تمہیں کہاں سے ملیں؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے آپ کے سخت فاقہ کی خبر ملی تو میں کام کی تلاش میں نکل گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر سکوں۔

پیارے آقا نے فرمایا: کیا تم نے یہ سب کچھ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے کیا ہے؟ عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ بھی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے فقر وفاقہ اس کی طرف اتنی تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے پانی کا سیلاب نچلے جانب گرتا ہے۔

لہٰذا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے اس چاہیے کہ (فقر و فاقہ کے لیے صبر کی صورت میں) ڈھال تیار رکھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الاجارۃ، باب جواز الاجارۃ، ۶/ ۱۹۷، الحدیث ۱۱۶۴۹)

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ عشق رسول کے پیش نظر حضرت علی کو یہ منظور نہ تھا کہ ان کے ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف پہونچے۔

سوم:

غزوۂ احد میں مسلمانوں کو کچھ شکست کا سامنا ہوا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آ گئے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی کفار نے گھیر لیا اور یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ کفار نے جب مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول زندوں میں تلاش کیا، نہ پایا پھر شہداء میں جا کر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا، تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض

ہوا۔ اس لیے اپنے پاک رسول ﷺ کو آسمان پر اٹھالیا۔ اس لیے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں تلوار لے کر کافروں کے چھتے میں رکھیں جاؤں۔ یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے تلوار لے کر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے۔

میری نگاہ حضور ﷺ پر پڑ گئی تو بے حد مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعہ اپنے محبوب ﷺ کی حفاظت کی میں حضور ﷺ کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: علی ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دے اور بعضوں کو قتل کیا اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضور ﷺ پر حملہ کے لیے بڑھی آپ ﷺ نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا انھوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضور ﷺ نے فرمایا: "انه منی وانا منه" بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، یعنی کمال اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا "وانا منکما" اور میں تم دونوں سے ہوں۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب چہارم، ج:۲،ص:۱۲۱۔۱۲۲)

اس مقام پر سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کا ذکر ضروری ہے جس میں آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی لذت آفرین کیفیت کو بیان کر کے ثابت کر دیا کہ عظمت رسول اور عشق رسول کا پرچم بلند کیا اور اطاعت مصطفیٰ کی قندیل دل میں روشن رکھنا ہی ایمان کی اساس ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بے پناہ محبت فرماتے، عشق رسول کی چاشنی ان کی رگ وجان میں اس قدر سرایت کر چکی تھی کہ ان کی نگاہ میں سرکار سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہ تھی حضرت علی کو اپنی جان ومال، ماں باپ اور اولاد سے بڑھ کر سرکار سے محبت تھی۔ خود ارشاد فرماتے ہیں: **كَانَ وَاللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْبَارِدِ عَلَى الظَّمَاءِ۔**

ترجمہ: خدا کی قسم: حضور ﷺ ہمارے مال، ہماری اولاد، ہمارے باپ، ہماری ماں اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بڑھ کر ہمارے نزدیک محبوب ہیں۔ (الشفاء، القسم الثانی، الباب الثانی، فصل فیما روی عن السلف، الجزء الثانی، ص:۲۲)

ایک سچا عاشق اپنے محبوب کے ہر ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے، بلکہ محبوب سے صادر ہونے والے ہر عمل کو اپنانا باعث سعادت سمجھتا ہے۔

حضرت سیدنا بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سرکار کے ساتھ نماز فجر کے لیے نکلا تو آپ ﷺ سوتے ہوئے جس شخص پر بھی گزرتے اسے نماز فجر کے لیے آواز دیتے یا پاؤں مبارک ہلاتے۔ (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الاضطجاع بعدھا)

چونکہ حضرت علی سچے عاشق رسول تھے اس لیے آپ نے حضور ﷺ کی اس ادا پر بھی عمل فرمایا اور اسی حالت میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

منقول ہے کہ جب مؤذن نے آکر امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کو وقت نماز کی اطلاع دی، تو آپ نمازِ فجر کے لیے گھر سے چلے، راستے بھر لوگوں کو نماز کے لیے آواز لگا کر جگاتے تھے کہ اچانک ابن مُلجم بد بخت نے آپ ﷺ پر حملہ کرتے ہوئے تلوار کا وار کیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہوئے اور بعد میں جام شہادت نوش فرما گئے۔ (تاریخ الخلفاء، علی بن ابی طالب، فصل فی مبایعۃ علی بالخلافۃ الخ، ص:۱۳۹، ماخوذ)

✷ عبدالقادر مصباحی، خادم التدریس دارالعلوم غوثیہ نوریہ رامپور گھنہ، امروہہ، یوپی

شخصیات: مفتی عبدالرب مرادآبادی پر مجاہد ملت کی نوازشات

نازش المدنی مرادآبادی ✷

شہرِ مرادآباد سے دکن کی جانب ۱۴ رکلومیٹر کی مسافت پر قصبہ دین نگر پور (المعروف ڈینگر پور) واقع ہے۔ عالم اسلام کی نابغہ روزگار اور عہد آفریں شخصیت، نوردیدہ و نائب مجاہد ملت، عارف باللہ، عالم ربانی، محبوبِ بارگاہِ جیلانی، خلیفہ و ہم شبیہ مجاہد ملت حضرت علامہ الشاہ مفتی عبدالرّب نعیمی حبیبی مرادآبادی قدس سرہ العزیز کا تعلق اسی خطہ سے ہے۔ مین روڈ کے کنارے محل نما خوبصورت سفید گنبد راہ گیروں کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ جس کے اندر وقت کے عظیم ولی، قلندر دوراں، مردحق آگاہ، نائب مجاہد ملت حضرت علامہ الشاہ مفتی عبدالرب حبیبی مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان آرام فرما ہیں۔ حضور نائب مجاہد ملت حضرت مفتی عبد الرّب حبیبی علیہ الرحمہ، سلطان المناظرین، غیظ المنافقین رئیس اعظم اڑیسہ حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں ہونے کے ساتھ ساتھ حضور مجاہد ملت کے متبنی (فرزندِ آغوشی) بھی تھے۔ آپ علیہ الرحمہ نے مکمل زندگی سرکار مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے خدمت کرتے ہوئے بسر کی سفر ہو یا حضر ہر جگہ آپ حضور مجاہد ملت کے ہم راہ اور ہم نشیں رہے۔ حضور مجاہد ملت آپ پر بے انتہا انعامات واکرامات فرماتے، پرورش سے لے کر تعلیم وتربیت تک ہر لحاظ سے ہر مقام پر آپ کی خبر گیری فرماتے اور ہر دکھ درد میں برابر شریک ہوتے۔

تعلیم وتربیت کی کفالت کا ذمہ خود لیا:

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے حضرت مفتی عبدالرب حبیبی علیہ الرحمہ کی تعلیم وتربیت کی مکمل کفالت اپنے اپنی ذمہ لے رکھی تھی جیسا کہ حضور نائب مجاہد ملت حضرت مفتی عبدالرب حبیبی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے عہد طالب علمی کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ اجمیر شریف سے حضور صدر الشریعہ کے پاس فارغ التحصیل ہوکر جامعہ نعیمیہ مرادآباد تشریف لائے اور درس وتدریس کا کام انجام دینے لگے۔ حضرت کی شان نرالی تھی بغیر کسی معاوضہ کے درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مرادآباد میں بچہ بچہ آپ کی شخصیت سے واقف ہو گیا، لوگ حضرت پر اتنے فریفتہ ہوگئے کہ حضرت کے پاس بیٹھنے کو لوگ فخر محسوس کرنے لگے۔ مرادآباد کے اطراف میں بھی حضرت کی مقبولیت کم نہ تھی۔ ہر طرف رئیس اڑیسہ کہلاتے تھے۔ میرے والد گرامی گاؤں کے کافی بڑے آدمی تھے، خاندان بھی کافی بڑا تھا۔ قضائے الٰہی سے میرے والد کا انتقال اس وقت ہوا جس وقت میری عمر ۶ رسال کی تھی۔ تو خاندان والوں نے بیوہ ماں کو کافی پریشان کیا۔ یہاں تک کے زمین جائداد سے بھی الگ کر دیا۔ میری دو بہنیں تھی ایک مجھ سے بڑی ایک مجھ سے چھوٹی ہم تین بچوں کو لے کر ادھر اُدھر پریشان تھیں اسی بستی میں ایک جھونپڑی میں وقت گزارنے لگیں۔ والدہ کسی دوسرے کے یہاں جا کر اس کی چکّی چلاتیں وہ کچھ آٹا پیسہ دیتا جس سے ہم تینوں بچوں کا گذارا ہوتا۔ یہ وہ وقت تھا کہ آٹا ہاتھ والی چکی سے پیسا جاتا، اور دھان ہاتھ ہی کے ذریعہ موسل سے کوٹے جاتے تھے۔ بیچاری والدہ مرحومہ اتنی محنت ومشقت اٹھاتیں اور بچوں کے لئے سامان فراہم کرتیں۔ لیکن میری والدہ نے مجھے کام نہیں

کرنے دیا، اور مجھ سے کہا بیٹا! تم پڑھو اور اچھے عالم بنو محلہ والے اور خاندان والے بھی کہتے کہ یہ عورت کتنی بے وقوف ہے لڑکے کو پڑھا رہی ہے اور خود کام کر رہی ہے ارے اب لڑکا کام کے لائق ہو گیا کچھ بھی نہ کرے اگر دوسروں کی بھینسوں کو بھی چرائے گا تو کافی پیسے کما دے گا۔ اس بات کا مشورہ جب ایک عورت نے والدہ مرحومہ کو دیا تو آپ اس پر چراغ پا ہو گئیں، اور کہنے لگیں میں تو اپنے بیٹے کو عالم بناؤں گی تمہارے مشورہ کی ضرورت نہیں۔ اسی دوران میں نے مدرسہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لیا، اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا، تعلیم شروع ہوگئی۔ میری والدہ ہر جمعرات کو مجھ سے ملنے آتی تھیں اس وقت میرا سرپرست میری ماں کے سوا کوئی نہ تھا۔ اور حضرت کی شان ہی نرالی تھی تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی ایسے لڑکے بھی تھے جو حضرت کے خرچ سے پڑھ رہے تھے اور حضرت ان کو پیسہ دیتے تھے لیکن کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔ حضرت مجھ پر خاص توجہ فرماتے تھے، اور اپنے قریب رکھتے تھے۔ ایک دن معلوم کرنے لگے کہ یہ جو عورت تم سے ملنے آتی ہے کون ہے؟ میں نے والدہ اور اپنے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ حضرت بغور سنتے رہے اور حضرت کے تیور بدل گئے۔ حضرت نے فرمایا یہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا اس بات کو تم کیوں چھپاتے رہے؟ خیر اب تم گھر جاؤ اور والدہ سے سلام بول دینا اور کہنا کہ کل میں آپ کے گھر آ رہا ہوں۔ میں حضرت کے حکم پر گھر پہونچا اور والدہ مرحومہ کو بتایا کہ کل حضرت ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں۔ والدہ مرحومہ نے سنا تو کہنے لگیں شاید تم نے حضرت سے گھر کا سارا حال بیان کر دیا ہے۔ میں نے کہا ہاں ایسی ہی بات ہے خیر ساری بستی والوں کو معلوم ہو گیا کہ فلاں بیوہ کے یہاں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ تشریف لا رہے ہیں۔ بستی کا حال یہ تھا کہ بڑے سے بڑے

سرمایہ دار کی یہ خواہش تھی کہ حضرت میرے یہاں قدم رکھ دیں۔ اہل گاؤں اس بات پر یقین کرنے ہی کو تیار نہیں کہ اتنی بڑی شخصیت ایک بیوہ کے گھر آئیں گے۔ جس کے پاس نہ گھر ہے، نہ در اگر آئے بھی تو بیٹھیں گے کہاں؟ لوگوں نے سوچا شاید اس طرف سے کہیں جانا ہوگا اور اس لڑکے نے زور دیا ہوگا کہ حضرت میرے گھر بھی قدم رنجہ فرما دیں تو حضرت نے ہاں کر دی ہوگی۔ ہمارے یہاں ایک صاحب نے اپنے گھر انتظام کر لیا کہ آئیں گے تو میں اپنے گھر ٹھراؤں گا۔ اس بیوہ کے پاس کیا بیٹھیں گے۔ خیر دوسرے دن حضرت یکّہ سے میری بستی دین نگر پور پہونچے، اور لوگ حیرت میں رہ گئے یہ خبر پوری بستی میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضرت میرے یہاں ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ صاحب بھی آئے جنھوں نے اپنے گھر حضرت کے قیام کا انتظام کر لیا تھا۔ اور آکر بولے حضور میرے یہاں چلیں، سارا سامان آپ کے لئے ٹھیک ہے وہاں آرام سے بیٹھیے گا۔ حضرت نے بہت ناخوش لہجے میں جواب دیا میں یہاں ان کا مہمان ہوں تمہارا نہیں، جب تک یہاں ہوں ان کے گھر کھانا کھاؤں گا اور یہیں رہوں گا۔ پھر حضرت نے میرے سارے خاندان والوں کو بلایا اور فرمایا مجھے جانتے ہو سب نے کہا حضور آپ کو کون نہیں جانتا۔ حضرت نے ہمارا سارا معاملہ پیش کیا اور فرمایا اگر تم لوگوں نے جلد ہی ان کی زمین اور گھر خالی نہیں کیا تو اچھا نہیں ہوگا۔ جب ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا تو ان لوگوں نے زمین کی آدھی پیداوار دینے اور مکان خالی کرنے کا وعدہ کیا۔ پھر حضرت نے والدہ مرحومہ کو کچھ روپے دیے اور فرمایا میں ہر ماہ تمہیں کچھ روپے دیا کروں گا کسی کے یہاں چکی پیسنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ پھر حضرت مجھے لے کر مرادآباد چلے آئے اور اس کے بعد زمین کی آدھی پیداوار ملنے لگی اور گھر بھی خالی ہو گیا۔ جب تک

فصل نہیں کٹتی ہر ماہ والدہ کو پیسے دیتے رہتے، اور میرا توکل خرچ حضرت خود اٹھاتے ہی تھے۔(ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر، ص:۲۰۰ تا ۲۰۳)

یوں آپ نے جامعہ نعیمیہ میں اپنی تعلیم مکمل کی بعد ازاں حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے آپ اور اپنے برادر اصغر حضرت مولانا عبد المنان علیہ الرحمہ کو مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے مکۃ المکرمہ اپنے خرچ پر بھیجا۔ وہاں کم وبیش سات سال ان دونوں حضرات نے اشرافِ مکہ سے علوم وفنون حاصل کئے۔اس کے بعد حضور مفتی عبد الرّب اور برادر مجاہد ملت حضرت علامہ عبد المنان علیہما الرحمہ نے مدینہ منورہ کا پیدل سفر اختیار فرمایا، درمیان سفر آپ حضرات راستہ بھول گئے۔تو حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام خوبصورت شکل میں رونما ہوئے، اور آپ کی رہنمائی فرمائی۔اس طرح یہ دونوں حضرات دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے اور حاضری دے کر اپنے ملک عزیز ہندوستان واپس ہوئے۔ (بروایت: نبیرہ نائب مجاہد ملت حضرت مولانا غلام رحمانی مصباحی ازہری دام اقبالہ)

مقبولِ بارگاہِ جیلانی کا خطاب مجاہد ملت نے عطا فرمایا:

علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن رئیس اڑیسہ علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے اس فرزند آغوشی کو عرس غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے موقع پر لے کر بغداد معلیٰ حاضر ہوئے۔اور تقریری پروگرام میں شرکت کے لئے حضرت مفتی عبد الرب حبیبی علیہ الرحمہ کا نام درج کروایا۔عجب اتفاق کہ قرعہ اندازی میں آپ کا نام سب سے پہلے آیا تو حضور مجاہد ملت نے فرمایا بیٹا! عبد الرّب تم مقبولِ بارگاہِ جیلانی ہو۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ لقب آپ کے نام کے ساتھ لکھا اور پڑھا جانے لگا۔ (بروایت: نبیرہ نائب مجاہد ملت حضرت مولانا غلام رحمانی مصباحی ازہری دام اقبالہ)

حضور مجاہد ملت نے دعوت وتبلیغ کے لئے دہلی روانہ فرمایا:

حضور مفتی عبد الرب حبیبی علیہ الرحمۃ والرضوان چونکہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے دست و بازو بن کر ہمہ وقت آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔اس واسطہ جب اس زمانے میں سرزمین دہلی پر بدعقیدگی کا ایک نیا فتنہ کھڑا ہوتو اس کی سرکوبی کے لئے حضور مجاہد ملت نے اپنے فرزندِ آغوشی حضرت مفتی عبد الرب علیہ الرحمۃ والرضوان کا انتخاب فرمایا اور دعوت وتبلیغ کے لئے دہلی کی جانب روانہ کیا۔ چنانچہ آپ علیہ الرحمہ وہاں پہنچے اور باڑا ہندو راؤ کی جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے لگے اور ساتھ ہی ایک مکتب کھول کر آپ لوگوں کو دعوت وتبلیغ بھی فرماتے۔اوران کے عقائد واعمال کی اصلاح کرتے۔اس طرح حضور مجاہد ملت کو بدعقیدگی کا جو خدشہ ہوا تھا آپ نے اس کا قلع قمع فرمایا۔علاوہ ازیں مسلمان جیکروں کے لئے آپ علیہ الرحمہ نے ہفتہ وار دینی، تعلیمی حلقوں کا انعقاد کیا اور جیلوں میں جا کر ان کو علم دین سے روشناس کرایا۔ یہ سلسلہ تقریباً دس سال مسلسل جاری وساری رہا۔حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی اور دہلی سے آپ کا گزر ہوا تو آپ علیہ الرحمہ حضور مفتی عبد الرب مرادآبادی علیہ الرحمہ کے اس عمل پر بہت خوش ہوئے اور آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور سرکار مجاہد ملت کی دور اندیشی کو سلام پیش کیا۔(بروایت: نبیرہ نائب مجاہد ملت حضرت مولانا غلام رحمانی مصباحی ازہری دام اقبالہ)

مفتی عبد الربّ کو اپنا متبنّیٰ بنالیا:

حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کی آپ پر لطف وعطا کی انتہا تو اس وقت ہوئی کہ جب آپ نے مفتی عبد الرّب علیہ الرحمہ کے گھریلو تمام معاملات حل کر دیئے تو آپ کی والدہ سے فرمایا عبد الرب کو مجھے دے دو مکمل داستان حضور مفتی عبد الرب علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ کرتے ہیں چنانچہ مفتی صاحب قبلہ فرماتے ہیں: جب سارے معاملات زمین ومکان کے حل ہو گئے تو حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے والدہ سے فرمایا اس لڑکے کو مجھے دے دو والدہ نے عرض کیا ایک ہی بیٹا چاہے آپ اپنے پاس رکھو یا میرے پاس رہنے دو بہر حال حضرت نے میری پڑھائی لکھائی اور شادی وغیرہ کی ذمہ داری خود نبھائی۔ (ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر ص: ۲۰۳)

شادی کے تمام معاملات بھی اپنے ذمہ لئے:

حضور مجاہد ملت کی یہ لطف وعنایت صرف درس گاہ اور نان ونفقہ تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ جب آپ شادی کی عمر کو پہنچے تو اس کا اہتمام بھی حضور مجاہد ملت نے از خود اپنے بل بوتے پر فرمایا جیسا کہ مفتی صاحب قبلہ فرماتے ہیں: میری شادی کے متعلق حضرت کی ایک کرامت اور آثار واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد (اب سنبھل مستقل ضلع بن چکا ہے) میں میری نسبت کے سلسلے میں بات چلی اور کافی حد تک بات طے بھی ہو چکی تھی اور خود میری مرضی بھی یہیں کے تھی۔ مگر حضرت نے فرمایا ہم شادی یہاں نہیں کریں گے۔لڑکی والوں کی طرف سے کافی زور ڈالا گیا۔ مکان تک دینے کا وعدہ ہے، مگر حضرت نے مخالفت کرتے ہوئے فرمایا میں اس سے بہتر خاندان میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔شادی وہاں نہ کر کے ضلع باندہ میں حضرت نے طے کر دی اور باندہ میں میری شادی ہوئی۔ دوسری طرف اس لڑکی کی بھی کہیں اور شادی ہو گئی۔ اسی سال لڑکی کے بچہ پیدا ہوا اور مشیت الٰہی سے زچہ اور بچہ دونوں ہی فوت ہو گئے۔ (ایضاً ص: ۲۰۳)

اس واقعہ سے جہاں سرکار مجاہد ملت کی کرم نوازش کا اندازہ ہوتا ہے وہیں آپ کی کرامت بھی بخوبی معلوم ہوئی کہ آپ کی نگاہِ ولایت دیکھ رہی تھی اگر یہاں شادی ہوئی تو سال نہیں گزرے گا کہ بچہ اور زوجہ دونوں ہی فوت ہو جائیں گے۔اس لئے آپ نے وہاں شادی ہرگز نہیں ہونے دی۔

از: نازش مدنی، مرادآبادی
استاد: جامعۃ المدینہ، ہبلی، (کرناٹک)

حضرت مفتی محمد یامین رضوی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک جید عالم، ماہر مدرس اور عظیم مفتی تھے

مفتی عبدالسلام رضوی مہواکھیڑوی ☆

حضرت علامہ مفتی حافظ قاری محمد یامین صاحب ابن جناب الحاج صوفی ظہیر الحسن صاحب ۱۹۵۲ عیسوی کو معصوم پور میں پیدا ہوئے۔ اور یہی آپ کی آخری آرامگاہ بھی ہے۔ معصوم پور ضلع مرادآباد کی تحصیل ٹھاکردوارہ کا ایک موضع ہے اور ٹھاکردوارہ سے سولہ کلومیٹر کی مسافت پر جنوب میں واقع ہے۔ آپ نے ناظرہ اور حفظ کی تعلیم معصوم پور ہی میں اپنے ہم نام جناب حافظ محمد یامین صاحب بھوجپوری سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے وطن مالوف قصبہ بھوجپور ضلع مرادآباد میں واقع مدرسہ فاروقیہ عزیز العلوم میں داخل ہوئے اور اسی مدرسہ میں فارسی کی پہلی سے بخاری شریف تک تعلیم حاصل کی۔ اس پورے عرصہ میں راقم الحروف آپ کا رفیق درس رہا بلکہ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ آپ کی رفاقت حاصل رہی۔ ہم نے یہ پورا نصاب استاذ مکرم آقائے نعمت حضرت علامہ مفتی محمد رفیق صاحب قادری مصباحی ڈھکیاوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے زیر سایۂ عاطفت مکمل کیا۔ درجۂ فضیلت کی کتب کا امتحان حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ مدظلہ العالی استاذ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف نے لیا۔ اور ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء میں استاذ الاساتذہ، جلالۃ العلم، مرشد برحق حضور حافظ ملت اور بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہما کے مبارک ہاتھوں سے ہماری دستار بندی عمل میں آئی۔

اسی سال استاذ محترم بریلی شریف میں خانقاہ عالیہ رضویہ سے متصل مسجد رضا میں تراویح پڑھانے تشریف لے گئے اور پھر بریلی شریف ہی کے ہو گئے۔ مسجد رضا میں امام وخطیب اور دارالعلوم مظہر اسلام میں مدرس مقرر کر لیے گیے۔ آپ کے مشورے پر ہم دونوں بھی تمرین افتا کی غرض سے بریلی شریف پہنچ گئے۔ یہاں ہم نے حضرت مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے زیر نگرانی فتوی نویسی کی مشق بھی کی اور پیکر زہد وتقویٰ، حضور صدر الشریعہ کے تلمیذ حبیب حضرت علامہ شاہ حاجی مبین الدین امروہوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بخاری شریف کا درس بھی لیا۔ دوسرے سال بھی مشق افتا کے ساتھ تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ حاجی صاحب قبلہ سے میبذی، مظہر مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے ملاحسن اور حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ سے شرح معانی الآثار پڑھی۔ نیز معین المدرسین کے طور پر ایک ایک کتاب کی تدریس بھی ہمیں سونپی گئی۔

تیسرے سال یعنی ۱۹۷۳ء میں حضرت مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ اور دارالعلوم مظہر اسلام کے مہتمم حضرت مولانا محمد ساجد علی خاں صاحب علیہ الرحمہ کے مشورے پر حضرت مفتی صاحب موصوف جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں مصنف قانون شریعت حضور شمس العلما رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت بابرکت

میں پہنچے۔ مقصد تھا علم تو قیت حاصل کرنا۔ یہ مقصد تو حاصل نہ ہوا لیکن یہاں پہنچنا آپ کے حق میں کمال وترقی کا سبب بنا۔ حضور شمس العلما کے مشورے پر جامعہ میں داخلہ لے کر درس نظامی کی منتہی کتب کا درس لیا بالخصوص حضرت کی خدمت فیض درجت میں رہ کر عظیم علمی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ پھر اسی جامعہ میں مدرس رکھ لیے گئے۔ اور افتا کی خدمت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ ۳۰؍جون ۲۰۱۵ء میں ریٹائرڈ ہو گئے لیکن اس کے بعد بھی اراکین کی خواہش پر افتا و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔

بتاریخ ۱۷؍شوال المکرم ۱۴۳۶ھ۔ ۲؍اگست ۲۰۱۵ء میں تقریبا شب کے ایک بجے دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے وصال فرمایا۔ یعنی جامعہ حمیدیہ رضویہ ہی سے باقاعدہ تدریسی سفر کا آغاز ہوا اور یہیں پر اس کا اختتام ہوا اور یہیں پر سفر آخرت فرمایا۔ ۳؍اگست بوقت شام جنازہ آپ کے وطن معصوم پور پہنچا اور ۴؍اگست بروز چہارشنبہ تدفین عمل میں آئی۔ خطیب شہیر حضرت مولانا سعید اختر صاحب بھوج پوری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مقامی حضرات کے علاوہ جامعہ نعیمیہ کے کئی اساتذۂ کرام اور قرب و جوار کے بہت سے علما و حفاظ نے جنازہ میں شرکت کی۔ راقم السطور بھی بریلی شریف سے پہنچا اور رفیق دیرینہ کا آخری دیدار کیا اور جنازہ میں شرکت کی۔ شہر بنارس کے بھی کئی حضرات جنازہ میں شریک ہوئے بالخصوص شہزادۂ حضور امین شریعت حضرت مولانا سلمان رضا خان صاحب مدظلہ العالی بھی جنازہ میں میں شریک ہوئے اور بعد تدفین دعا بھی فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالی حضرت مفتی صاحب موصوف کو اپنی رضا و مغفرت سے نوازے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ یہ تھی مختصر کہانی حضرت مفتی صاحب موصوف کے تعلیمی و تدریسی سفر اور سفر حیات کی۔

حضرت مفتی صاحب موصوف ایک جید عالم، ماہر مدرس، اور عظیم و وسیع النظر مفتی تھے۔ آپ کے علم میں گیرائی اور گہرائی تھی، جو بات فرماتے کامل تحقیق اور اعتماد سے فرماتے، انداز تفہیم بھی صاف ستھرا تھا ان اوصاف کے ساتھ ہی آپ ایک صاحب ذوق شاعر اور عمدہ نثر نگار بھی تھے لیکن ان کا زیادہ شغف تدریس و افتا سے تھا۔ مندرجہ ذیل دو اشعار حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی طرف منسوب ہیں۔

اخی لن تنال العلم الا بستة
سانبئك عن تفصيلها ببيان
ذكاء و حرص و اجتهاد و بلغة
وارشاد استاذ وطول زمان

ان کے مطابق دولت علم کے حصول کے لیے چھ امور ضرور ہیں (۱) ذکا یعنی ذہانت و تیزی خاطر (۲) حرص یعنی شوق کامل (۳) اجتہاد یعنی کوشش و محنت (۴) بلغہ یعنی گزارہ بھر ساز و سامان کا حصول (۵) ارشاد استاذ یعنی استاد کی رہنمائی (۶) طول زمان یعنی طلب علم میں طویل زمانہ گذارنا۔ بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبه الاعلیٰ علیه التحیة والثنا یہ جملہ امور آپ کو حاصل ہوئے۔ لہذا علمی میدان میں اعلیٰ کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

حضرت موصوف کے علمی شوق و اجتہاد کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور کے طلبہ عصر و مغرب کا درمیانی وقت سیر و تفریح یا کسی کھیل میں گزارتے لیکن یہ علم کا حریص و دلدادہ اس وقت کو بہار شریعت کے مطالعہ میں صرف کرتا۔ مدرسے کی لائبریری میں آگرہ کا مطبوعہ ایڈیشن تھا جس میں بہار شریعت کا ہر حصہ الگ الگ تھا۔ حضرت موصوف کا طریقہ تھا کہ

وہ ایک حصہ لیتے اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے۔ اس کے بعد دوسرا حصہ لیتے اور اس کا بھی اسی طرح مطالعہ کرتے۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے اس طرح بہار شریعت کے کتنے حصوں کا مطالعہ کیا۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ ذوالحجہ کا مہینہ تھا، مدرسہ کے سکریٹری جناب حافظ عبدالستار صاحب مرحوم نے چند طلبہ سے سوال کیا کہ ایک فقیر نے بہ نیت قربانی ایک بکرا خریدا لیکن وہ گم ہو گیا۔ اس نے اسی نیت سے دوسرا بکرا خریدا۔ دوسرے کی خریداری کے بعد اتفاق سے وہ گمشدہ بھی مل گیا۔ یہی معاملہ ایک صاحب نصاب کے ساتھ پیش آیا۔ اب ان دونوں پر دونوں بکروں کی قربانی واجب ہے یا ایک بکرے کی؟ سائل کو مسئلہ معلوم تھا یہ سوال صرف طلبہ کی لیاقت کا جائزہ لینے کی غرض سے تھا۔ دیگر طلبہ کا معاملہ تو یہ تھا کہ ایسا سمجھ میں آتا ہے۔ ویسا سمجھ میں آتا ہے یا خاموشی لیکن حضرت موصوف نے جواب دیا کہ فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہے اور مالک نصاب پر ایک بکرے کی اور اس صورت کا یہی حکم ہے۔ اس واقعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت موصوف مطالعہ میں موقع کی مناسبت بھی ملحوظ رکھتے تھے۔ آپ نے موقع کی مناسبت سے ضرور بہار شریعت کے حصہ پانزدہم کا مطالعہ کیا ہوگا۔ بعد میں بھی حضرت موصوف کا یہی طریقہ دیکھا کہ وہ مطالعہ کے لئے جس کتاب کا انتخاب کرتے تو اس کا از ابتدا تا آخر مطالعہ کرتے۔ ایک موقع پر بنارس سے معصوم پور آئے تو مہوا کھیڑہ میرے غریب خانے پر بھی تشریف لائے میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ ''سیرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' نام کی کتاب تھی، بتایا کہ آج کل اس کا مطالعہ کر رہا ہوں۔

ذہانت ومحنت ہو لیکن آدمی کا حافظہ کمزور ہو تو ذہانت ومحنت زیادہ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتیں۔ لیکن حضرت موصوف ذہین ومحنتی ہونے کے ساتھ قوی الحافظہ بھی تھے۔ مدرسہ فاروقیہ میں زمانۂ تعلیم کے ابتدائی دور کی بات ہے کہ حضرت استاذ محترم کے اہتمام وانصرام میں مدرسے کی جانب سے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔ جس میں اکابر علما تشریف لائے تھے۔ ان میں سے بعض کے نام یاد آتے ہیں، حضرت علامہ سید کمیل اشرف صاحب کچھوچھوی، حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب سنبھلی، حضرت علامہ مولانا نذیر الاکرم صاحب مرادآبادی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور مجمع بھی کثیر تھا۔ اس موقع پر حضرت استاذ محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک تقریر مرتب فرمائی اور حضرت موصوف کو حکم دیا کہ اسے یاد کرو، جلسہ میں تمہیں یہ تقریر کرنا ہے۔ اور اس کی باقاعدہ تیاری بھی کرائی۔ اکابر علما کی موجودگی اور عظیم مجمع میں آپ نے بڑے حوصلے اور خوبی کے ساتھ تقریر کی، نہ کہیں اٹکے اور نہ بھولے۔ تقریر بہت پسند کی گئی۔ عنوان تھا صحابہ کرام کے مابین اخوت و ایثار کا جذبہ۔ جناب حاجی عبدالمجید صاحب پیپلسانوی مرحوم جو علما وطلبہ سے بڑی محبت رکھتے تھے انہوں نے خوش ہو کر بطور انعام دس روپے پیش کیے تھے۔ اس وقت دس روپے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ ایک ابتدائی طالب علم کا اکابر علما کی موجودگی میں اور عظیم مجمع کے سامنے مرعوب نہ ہونا اور بے جھجک تقریر کر دینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ استاذ محترم نے مجھے بھی تقریر یاد کرائی تھی۔ لیکن جب میرا نام بولا گیا تو میں منبر سے کچھ فاصلہ پر مجمع میں بیٹھا تھا۔ مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ منبر پر جانے کی ہمت نہ ہوئی اور میں لوگوں کے درمیان اس طرح ہو گیا کہ مجھ پر نظر نہ پڑے۔ جب میں نہیں پہنچا تو کہہ دیا گیا کہ وہ شاید سو گیا ہے۔ اور جلسہ کی کارروائی آگے بڑھائی گئی۔ یہیں سے کہا گیا ہے کہ استاد ومربی کی تعلیم وتربیت یکساں ہوتی ہے لیکن طلبہ کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں لہٰذا تعلیم وتربیت کا اثر یکساں نہیں ہوتا۔

مدرسہ فاروقیہ سے تعلیمی فراغت کے ساتھ ہی حضرت موصوف میں تدریسی صلاحیت بھی پیدا ہوگئی تھی چنانچہ انہوں نے بریلی شریف پہنچنے کے دوسرے ہی سال شرح وقایہ جلد اول حسن و خوبی کے ساتھ پڑھائی۔ لیکن حضور شمس العلما رحمۃ اللہ تعالی کی صحبت کی برکت سے ان کی صلاحیت ولیاقت کا سونا اور نکھر گیا تھا۔ علم میں وسعت، نظر میں دقت اور شعور تحقیق کے اوصاف حاصل ہوئے۔

حضور شمس العلما کے ارشادات:

حضرت موصوف سے جب بھی ملاقات ہوتی دیگر گفتگو کے ساتھ حضور شمس العلما کا بھی ذکر فرماتے اور ان کے ارشادات نقل کرتے۔ ان میں سے کچھ باتیں راقم الحروف کے ذہن میں ہیں جن کا ذکر ان شاءاللہ عزوجل مفید ہوگا۔ بیان کیا کہ حضرت ہدایت فرماتے تھے کہ ہر فن میں ایک متن یاد کر لینا چاہیے مثلاً نحو میں کافیہ، فقہ میں وقایہ، منطق میں تہذیب، کلام میں عقائد نسفی، تعریف اصطلاحات میں التعریفات للجرجانی۔ ارشاد شمسی کے مطابق حضرت موصوف نے ان میں سے بعض متون یاد کیے تھے۔ مجھے ان کے نام بھی بتائے تھے لیکن مجھے یاد نہیں رہے۔ بیان کیا کہ حضرت فرماتے تھے کہ جو لکھو صاف اور جلی لکھو تا کہ آئندہ پریشانی نہ ہو۔ بیان کیا کہ ہمیں کتاب کے کسی مقام کے سمجھنے میں دقت ہوتی یا کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حاضر ہو کر اپنی پریشانی عرض کرتے۔ اس پر حضرت جو تقریر فرماتے شروع میں ہمیں ایسا لگتا تھا کہ حضرت کا کلام ہمارے مقصود کے مطابق نہیں لیکن بعد میں حضرت کا نہج سمجھ میں آ گیا کہ آپ براہ راست ہماری بات کا جواب نہ دے کر کچھ ایسی بنیادی باتیں ارشاد فرما دیتے ہیں کہ کہ زیر نظر مسئلہ حل ہو جائے اور اشکال ہو تو دفع ہو جائے۔

حضرت موصوف سے میری خط و کتابت رہتی تھی حالانکہ انہیں اس سے دلچسپی نہ تھی۔ وہ ابتداء شاذ و نادر ہی خط لکھتے لیکن میں خط لکھتا تو جواب ضرور دیتے اور اہتمام سے دیتے۔ میں کبھی کبھی اپنی کوئی علمی الجھن بھی لکھتا اور وہ تسلی بخش جواب سے نوازتے۔ جو خطوط میرے پاس محفوظ رہ گئے ان میں سے جو کسی علمی مسئلہ سے متعلق ہیں یہاں ان کو نقل کرتا ہوں۔

خطوط کے دوسرے حصے نہ لکھ کر بعنوان سوال و جواب صرف اپنے سوال اور موصوف کے جواب کی نقل پر اکتفا کروں گا۔ میرے بعض خطوط متعدد سوالات پر مشتمل تھے اور حضرت موصوف نے سب کے جواب دیے تھے لیکن جوابی خطوط کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا لہذا میں اتنا ہی سوال نقل کروں گا جن کا جواب محفوظ رہا۔

سوال:- از مدرسہ مدینۃ العلوم، چوروراج - ۱۳ ربیع النور ۱۴۰۹ھ

فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں ہے "ان دخلت الدار فانت طالق " کہنے والے نے " انت طالق " کے مفاد شرعی کو دخول دار پر معلق کیا تو ہنگام دخول اسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول، اور قطعاً معلوم کہ اس کا مفاد نہیں مگر طلاق رجعی۔ یہاں تک کہ اگر "انت طالق کہے اور طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغییر حکم شرع پر قدرت نہیں رکھتا[فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۵۹۱]اسی جلد میں دوسرے مقام پر ہے۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ ایک واعظ نے غصے میں کہہ دیا کہ جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے اس کی جورو پر طلاق ہے، جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے سے خود کی نیت کی تھی لیکن تین یا دو کے لفظ منہ سے نہ نکلے اور تین کی نیت نہ تھی۔ سرکار اعلی

حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا جواب دیا کہ ضرور وہاں وعظ کے کہنے سے عورت پر طلاق رجعی ہوگی۔ درمختار کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ہاں اگر اس قول سے تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی۔ درمختار میں ہے کہ فی انت طالق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی واحدۃ او اثنین لانہ صریح مصدر لایحتمل العدد فان نوی ثلثا فثلث لانہ فرد حکمی [ج: ۵،ص: ۵۸۸]الجھن یہ تھی کہ مقام اول میں انت طالق سے نیت ابانت کے باوجود رجعی ہی واقع ہوگی لیکن دوسرے فتوے میں ہے کہ انت طالق سے تین کی نیت کی تو تین واقع ہوں گی۔ اور منقولہ عبارت کے اس جملے سے کہ لانہ صریح مصدر لایحتمل العدد سے بھی سائل قاصر الفہم کو یہ شعور نہ ہوا کہ یہاں کتابت کی کچھ غلطی ہے۔ میں نے حضرت موصوف سے رجوع کیا۔ ان کا جواب مندرجہ ذیل ہے

الجواب: طلاق بائن وہ ہے کہ جس کے واقع ہوتے ہی فوراً عورت نکاح سے نکل جاتی ہے اور جس طلاق میں عدت گزر جانے کے بعد عورت نکاح سے باہر ہو اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں چنانچہ تنویر الابصار میں ہے هو رفع قيد النكاح فى الحال بالبائن او المآل بالرجعى۔

اور بائن کی دو قسمیں ہیں؟ مغلظہ اور غیر مغلظہ۔

فتاوی رضویہ شریف کی دو عبارتیں جو آپ نے تحریر فرمائی ہیں ان میں اگرچہ بظاہر پیچیدگی معلوم ہوتی ہے مگر بنظر غائر غور کرنے کے بعد کوئی پیچیدگی نہیں رہ جاتی۔ فتاوی رضویہ شریف ص ۵۹۱ میں انت طالق کا حکم بیان فرمایا ہے اور ص ۵۸۸ پر انت طالق کا حکم نہیں لکھا گیا ہے بلکہ انت طالق طلاقا کا حکم تحریر فرمایا ہے۔ اس مقام پر فتاوی رضویہ میں درمختار کی جو عبارت بطور حوالہ پیش فرمائی ہے اس میں کاتب نے غلطی سے لفظ "طلاقا" چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے اشکال پیدا ہو گیا۔ یہ عبارت یوں ہے انت طالق طلاقا يقع واحدة رجعية۔ الخ ص: ۴۳۲۔

اس عبارت درمختار کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کوئی انت طالق طلاقا کہے تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی چاہے کچھ نیت نہ کرے یا ایک یا دو طلاقوں کی نیت کرے اس لئے کہ طلاق کے بعد جو طلاقا ہے وہ مصدر ہے عدد محض کی گنجائش نہیں رکھتا ہاں اگر اس مصدر سے تین طلاقوں کی نیت کرے اور عورت حرہ ہو تو اس کی نیت درست ہے، اس لئے کہ مصدر فرد حقیقی یا فرد حکمی کے لئے ہوتا ہے عدد کے لئے نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس مصدر سے ایک طلاق تو واقعی ہو ہی سکتی ہے کہ وہ فرد حقیقی ہے اور تین بھی واقع ہوسکتی ہیں کہ وہ فرد حکمی ہیں۔ اور دو نہیں ہوسکتیں کہ دو محض عدد ہے فرد حقیقی یا فرد حکمی نہیں۔ اس مصدری مسئلہ کی نور الانوار ص: ۳۰ میں بڑی دل نشیں تحقیق فرمائی گئی ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ حل اشکال میں مزید مفید ثابت ہو۔

اور یہ جزئیہ طلاق قدوری کی شرح جوہرہ نیرہ جلد ۲ ص ۹۱ میں بھی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ محمد یامین الرضوی المرادآبادی
خادم دارالافتاومدرس جامعہ حمیدیہ رضویہ
بنارس مدن پورہ بنارس، یوپی
۲۶/ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ

سوال:

مدرسہ مدینۃ العلوم، چورو، راج، ۱۳/ربیع النور ۱۴۱۰ھ

(۱) اعلان نبوت سے پہلے کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے اقوال و افعال حدیث و سنت کہلائیں گے یا نہیں۔(۲) سجدے میں دونوں پاؤں کی تین انگلیوں کا پیٹ لگنا واجب ہے، اس حکم میں خواتین شامل ہیں یا نہیں؟ عام طور پر ان کے سجدہ کا جو طریقہ ہے اس میں انگلیاں نہیں لگتیں۔

الجواب: (۱) سیدی شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی مقدمۂ اشعۃ اللمعات میں حدیث کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بداں کہ حدیث در اصطلاح محدثین قول و فعل و تقریر رسول را گویند، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم''

اسی طرح کی عبارت اصول حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ملتی ہے۔ یہ تعریف مطلق ہے اس میں قبل اعلان نبوت یا بعد اعلان نبوت کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور از روئے اصول مطلق اپنے عموم واطلاق پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ افعال واقوال و تقریرات کو حدیث کہا جائے گا۔ خواہ وہ اعلان نبوت سے پہلے کے ہوں یا بعد کے۔ آنحضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا تعبد لیالی، سفر شام برائے تجارت، اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے عقد، تعمیر خانۂ کعبہ میں حصہ لینا، وغیرہ امور کا ذکر کتب حدیث میں ملتا ہے اور محدثین انہیں حدیث کے نہج پر بیان کرتے ہیں حالاں کہ یہ امور اعلان نبوت سے پہلے کے ہیں، اگر ان کا شمار حدیث میں نہ ہوتا تو محدثین ان کو حدیث کے ابواب وعنوانات میں کیوں بیان کرتے؟ ان کا بیان کرنا اس کا بین ثبوت ہے کہ ان محدثین کے نزدیک وہ سب حدیث ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس حکم میں خواتین شامل نہیں ہیں۔ سجدے میں ان کے لئے جو احتیاطیں شریعت کو ملحوظ ہیں ان میں ستر کی بہت رعایت کی گئی ہے۔ اور سجدے کا اس طرح کرنا کہ تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگے منافی ستر ملحوظ ہے۔ لہذا اس حکم سے مستورات مستثنیٰ ہیں۔ چنانچہ فتاوی شامی کی جلد اول کے ص ۳۳۹ میں ہے

وذکر فی البحر انها لا تنصب اصابع القدمین کما ذکر فی المجتبی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کچھ علمی سوالات اور ان کے جوابات:

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ [راقم سوال کے ساتھ یہ گزارش بھی کر دیتا کہ جوابات سوالنامے کی پشت ہی پر لکھ دیں لیکن ان سوالات کے بارے میں میں شاید یہ لکھنا بھول گیا یا یہ وجہ رہی کہ یہ جوابی مکتوب ڈھائی صفحات پر مشتمل ہے جس میں جوابات سے ہٹ کر دیگر امور بھی ہیں اس لئے علاحدہ صفحات پر جواب لکھا۔ لیکن یہ جوابات ایسے ہیں کہ ان کا سمجھنا ذکر سوالات پر موقوف نہیں]

(۱) جار مجرور کے مجموعے کو اصطلاح نحو میں ظرف اس لیے کہتے ہیں کہ وہ معنوی لحاظ سے کسی فعل یا شبہ فعل (مصدر و مشتق) کا ظرف زمان یا ظرف مکان ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے از ہر واظہر ہے۔ **زید فی الدار ای هو موجود فی مکان هو الدار۔ الجل للفرس ای هو یکون علی محل هو الفرس۔ المال لزید ای محل ملکیة المال هو زید۔** شرح مائۃ عامل میں اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے **مررت بزید ای التصق مروری بمکان یقرب منه زید۔** امثلۂ مذکورہ کی طرح جار مجرور میں آپ جہاں غور کریں گے وہاں آپ کو ظرفیت کے معنی ملیں گے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جار مجرور میں یہ معنی ظرفیت بتاویل پیدا ہونگے۔ اس جار مجرور کی دو قسمیں ہیں۔ ظرف لغو، ظرف مستقر۔ جس حرف جار کا متعلّق عبارت میں مذکور نہ ہو اس کو ظرف مستقر کہتے ہیں اور جس کا متعلق مذکور ہو اس کو ظرف لغو کہتے ہیں۔ پہلے کو مستقر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا عامل ہمیشہ مقدر ہوتا ہے۔ اور عامل کے مقدر ہونے کی وجہ سے یہ ظرف اپنے عامل کے قائم مقام ہوتا

ہے۔ اور چونکہ ظرف لغو کا عامل مذکور ہوتا ہے لہذا اس کا اپنے عامل کے قائم مقام ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہاں عامل مذکور ہونے کی وجہ سے اس ظرف کو نائب عامل بنانے کی کوئی ضرورت نہیں لہذا لغو ہوا۔حرف جار فعل یا شبہ فعل کے معنی کو مجرور تک پہنچانے کے لئے آتا ہے اور درحقیقت مجرور میں معنوی عامل جار کا متعلق ہی ہوتا ہے۔ یہ حرف جار تو فعل یا شبہ فعل اور مجرور کے مابین واسطہ ورابطہ ہوتا ہے۔تو جہاں متعلق جار جو معنوی لحاظ سے مجرور کا اصل عامل ہے" نہ ہوتو وہاں اس حرف جار کا آنا حامل نیابت متعلق ہے اور جہاں متعلق خود ہی موجود ہوتو وہاں اس واسطے کالانا گویا فعل لغواور بیکار ہے"۔

حاشیہ شرح تہذیب مسمی بہ تحفۂ شاہجہانی میں ہے :

الظرف المستقر هو فی المشهور ما یکون متعلقه مقدرا عاما یعم جمیع الافعال کالکون والحصول والثبوت والوجود، والتلبس ایضًا منها اذما من فعل له تعلق بالغیرالاوهو متلبس به، وعند السید الشریف هو ما یکون متعلقه مقدرا سواء کان عاما او خاصا، واللغو مایقابله علی کل قول (میر زاهد بزیادة وتغیر)

فائده: وانما سمی مستقرا لان عامله یکون دائما مقدرا فالظرف یستقر مقام عامله لکونه مقدرا واللغو یکون عامله مذکورا فیلغو عن ان یقوم مقام متعلقه لکونه مذکورا۔

(۲) اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خورداری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادوستاں نظر داری
(گلستاں)

میں اپنی رائے ناقص کے مطابق انسب سمجھ رہا ہوں کہ امر مستفسر پر گفتگو کرنے سے پہلے کچھ اہم اور مفید باتیں زبان فارسی میں عرض کردوں۔

شرح: اے: بکسر اول و بیائے مجہول، در فارسی حرف ندا، وبفتح در عربی یکے از حروف ندا ست۔ ویائے کریمے را معروف برائے خطاب باید خواند، چرا کہ دریں قطعہ سوائے ایں خطاب چہارم خطاب دیگر است۔نظر برآں دریں جا ہم خطاب انسب می نماید تا در یک بیت تخالف غیبت وخطاب نیفتند۔ وچوں کاف بیانیہ مقتضی یائے مجہول توصیفی است لہذا غایۃ مافی الباب آں کہ عوضش لفظ" چناں" بعد لفظ اے محذوف باید انگاشت [اب مصرع کی تقدیر یہ ہوگی "اے خدا چناں کریمی کہ از خزانہ غیب"۔

راقم الحروف:

خزانہ: بکسر ست نہ بفتح۔ گبر: بالفتح، آتش پرست۔ ترسا: بمعنی نصاریٰ کہ عیسائی عبارت از آن ست۔ ولفظ خور بفتح خا کہ بوئے ضمہ دارد و واو معدولہ۔ دوستاں کنایہ از اہل اسلام ست و دشمنا عبارت از کافران ست۔ وآں چہ گفتہ کہ نظر داری اے نظر پرورش داری نہ نظر مغفرت۔ وظیفہ خور: اسم فاعل سماعی ہے اسی کو اسم فاعل ترکیبی، وصف ترکیبی اور صفت مشبہ کہتے ہیں۔ ایں ست اجوبۂ اسئلۂ شما۔ **واللہ تعالیٰ اعلم** فقط

فقیر ناسزا، سگ بارگاہ امام احمد رضا
العبد محمد یامین الرضوی المرادآبادی،
جامعہ حمیدیہ رضویہ مدن پورہ بنارس

حضرت مفتی صاحب موصوف اگرچہ پردہ فرما گئے لیکن ان کے تلامذہ، ان کے لکھے ہوئے فتاویٰ، ان کے اہم آثار ہیں جن کی برکت سے ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں آپ کی تربت پر اپنے فضل ورحمت کی بارش فرمائے۔ آمین۔

بجاہ حبیبہ الکریم، علیہ الصلوۃ والتسلیم

عبدالسلام رضوی مہواکھیڑوی
خادم امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

حالاتِ حاضرہ: عوام کا علمائے کرام پر کم ہوتا اعتماد اور اس کے اسباب و تدارک

مولانا غیاث الدین مصباحی ✷

تاریخ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ دشمنان اسلام نے اسلام کو مٹانے کی ہر دور میں ہر ممکن کوشش کی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے مختلف اقسام کے حربوں کو اختیار کیا ہے۔ کبھی وہ قرآن وحدیث کی خدمت کے نام پر قرآن وحدیث میں دخل اندازی کرتے ہیں تو کبھی مسلمانوں کے افکار ونظریات کو دقیانوسی قرار دیتے ہوئے اپنے افکار ونظریات کو اپنانے کی تلقین کرتے ہیں اور کبھی مسلمانوں کے تعلیمی نظام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں اور ان کے اذہان میں یہ فکر اور سوچ بٹھانے کی ناپاک کوشش کی ہیں کہ اگر آگے بڑھنا اور ترقی کرنا ہے تو ہمارے جدید نظام تعلیم کو اختیار کرو اور کبھی وہ اسلام مخالف منظم تحریکات چلاتے ہیں جو کہ بظاہر اسلام کے مفاد اور حق میں معلوم ہوتی ہیں لیکن درحقیقت وہ تحریکات اسلام کے بالکل منافی ہوتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو اسلام کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا کرتے ہیں اور اخوت اسلامی کی مقدس روح کو ناپاک کرنے کی سعی مذموم کرتے ہیں۔ افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب ان کے دام فریب میں آکر خود مسلمان اسلام مخالف عمل کرتے ہیں اور اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر حملہ کرنے والے خواہ مسلمان ہوں اور مسلم خاندانی پس منظر رکھتے ہوں یا غیر مسلم ہوں اور غیر مسلم خاندانی پس منظر رکھتے ہوں سب کی خطرناکی اور زہرناکی قریب قریب یکساں نظر آتی ہے بلکہ بسا اوقات مسلم نام کے حامل افراد کی خطرناکی کچھ زیادہ ہی سنگین ہوتی ہے۔

یہ تمام کوششیں دشمنان اسلام کو ناکافی لگیں کیونکہ انہیں علمائے اسلام کے مقام ومرتبہ کا اعتراف تھا اور انہیں یہ معلوم تھا کہ جب تک مسلمانوں کا تعلق علمائے حق اور علمائے ربانیین سے بنا رہے گا وہ اسلام پر باقی رہیں گے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے مذموم مقاصد کو بروئے کار لانے کی خاطر عام مسلمانوں کو وارثین انبیا یعنی علمائے حق سے دور کرنے کی سازشیں شروع کیں اور علما کے تعلق سے لوگوں کے دلوں میں اس قدر نفرت اور دوری پیدا کی کہ وہ صحیح اسلام سے دور ہو گئے۔ نتیجۃً ہر کس وناکس نے دین میں دخل اندازی شروع کر دی اور دین کی ایسی ایسی تشریحات کیں کہ اسلام کی شبیہ بگڑ کر رہ گئی۔ دین معاشرے، معیشت اور بازاروں سے نکل گیا اور دھیرے دھیرے گھروں سے بھی نکل کر مساجد و مدارس میں خستہ حالی کی زندگی جی رہا ہے۔ کبھی کبھار دینی اجلاس و کانفرنسوں میں اپنی رہی سہی شان کے ساتھ کسی شہر میں یا سوشل میڈیا پر کہیں نظر آجاتا ہے۔ ورنہ ایسا لگتا ہے کہ اب رخصت ہوا کہ تب رخصت ہوا۔

سادہ لوح عوام شعوری وغیر شعوری طور پر تعلیمات اسلامی سے برگشتہ ہونے لگے، الحاد و زندیقیت وغیرہ اپنا سر اٹھانے لگے اور اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے لگے۔ اور مسلمانوں کو غربت، بے روزگاری اور زندگی کے دیگر مسائل کی آڑ لے کر دین سے پھیرنا شروع کر دیا

مختصر یہ کہ عوام نے علما کو ناکارہ تصور کر لیا اور تمام علما کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہوئے ان کو علمائے بنی اسرائیل کے مشابہ قرار دے دیا بلکہ کچھ ناعاقبت اندیشوں نے تو علما کو فرقہ پرست، بزدل، جہنمی اور نہ جانے کیسے کیسے القاب سے نوازنا شروع کر دیا۔ علما کی اہمیت ختم ہونے لگی اور جہلا کا بول بالا ہونے لگا اور انھیں کو حقیقی دعاۃ اور مبلغین سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ علمائے کرام کی

جماعت اس جہاں میں انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل جماعت ہے۔ وہی تو اس امت کے محافظ ہیں، دین کی حفاظت و صیانت، تفسیر و تشریح اور دعوت و تبلیغ انھیں کی ذمہ داری ہے۔ انھیں کی بدولت ہی تو کتاب و سنت کا علم اس دنیائے فانی میں باقی ہے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا"

ترجمہ: اللہ جل جلالہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ علم علما کو موت دے کر اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، پھر ان سے سوالات کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے۔ لہذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۱۰۰)

غور فرمائیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے ربانیین کی وفات کو علم کا خاتمہ بتایا ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ علمائے کرام ہی وہ ستارے ہیں جن کے ذریعہ جہالت کی تاریکی کو علم کی روشنی میں بدلا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" الآیۃ ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو۔ (النحل: ۴۳)

یہی وجہ ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے حق کو وارثین انبیا قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ" ترجمہ: علما انبیا کے وارث ہیں۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۴۱، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۸۲، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۲۳)

حقیقت تو یہ ہے کہ علما حق کے فضائل میں وارد نصوص سے اعراض علما کی تحقیر و توہین اور ان پر لعن طعن کرنے والوں کو یہ اور اس طرح کی بے شمار نصوص جن میں علمائے حق کے فضائل وارد ہوئے ہیں، ہضم نہیں ہوتیں یا شاید وہ جان بوجھ کر ان نصوص سے صرف نظر کرتے ہیں، لہذا انھیں صرف وہ نصوص نظر آتے ہیں جن میں علمائے سوء کی مذمت وارد ہے اور انہیں نصوص کو بنیاد بنا کر وہ تمام علما، خواہ وہ علمائے حق ہوں یا علما سوء، سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ روش اور طریقہ تو خوارج کا ہے جو وعید کے نصوص کو لیتے ہیں اور وعد کے نصوص کا انکار کر دیتے ہیں۔ یا یہ طریقہ اہل ہوی کا ہے جو اپنے نفس کی اتباع میں اپنے مطلب کی باتوں کو لیتے ہیں جبکہ مخالف باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ملخص از (علماء پر فتووں کی بوچھار)

لیکن افسوس کہ ان کے قدم یہیں تک رکے رہتے تو کچھ غنیمت بھی تھا لیکن ان لوگوں نے علمائے کرام کی تذلیل و اہانت میں چار قدم آگے بڑھ کر ان پر فتوے بازی شروع کر دی، لہذا کبھی وہ علما کرام کو اللہ کے ڈر اور خوف سے عاری قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی حقیقی معنیٰ میں اللہ سے ڈرتا ہے تو علمائے حق ہی ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" الآیۃ ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (الفاطر: ۲۸)

بھلا بتایئے! کیا علمائے کرام کے علاوہ اللہ سے کوئی نہیں ڈرتا؟ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ سے ڈرنے والے تو بہت سارے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن علما کے ڈر اور خوف کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے ان کے ڈرنے اور خوف کھانے کی مثال دی ہے۔

کبھی وہ علمائے کرام کو مذہبی منافرت پھیلانے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے انہیں فرقہ پرست قرار دیتے ہیں یہ لوگ چاہتے

ہیں کہ علما صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہنا چھوڑ کر "یہ بھی صحیح اور وہ بھی صحیح" کا نعرہ لگانا شروع کر دیں۔ حالانکہ یہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ قرآن وحدیث تو ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کے بالمقابل کسی کو ترجیح نہ دیں۔ اب اگر اس سے کسی کو لگتا ہے کہ مذہبی منافرت پھیلتی ہے اور لوگ فرقوں میں بٹتے ہیں تو اس کو اپنی سوچ بدلنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث بیان کرنے سے ہی اتحاد کی فضا قائم ہوتی ہے نہ کہ لوگوں کے افکار وآرا بیان کرنے سے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں وحی الٰہی ہیں۔

اسی طرح کبھی وہ علما کو بزدلی اور مصلحت پرستی کا طعنہ دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ علمائے کرام بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت اپنا حق ادا کرتے رہتے ہیں۔ البتہ وہ وقتی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا کام کرتے ہیں۔ انہیں معاشرتی وحکومتی مصالح اور مفاسد کا بخوبی علم ہوتا ہے اسی لئے وہ احتیاط برتتے ہیں۔

علمائے کرام کا مذاق اڑانا اور ان پر طعن وتشنیع کوئی نئی بات نہیں۔ صدیوں سے یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ البتہ دور حاضر میں خصوصا سوشل میڈیا کے ذریعہ اس کا عمل وسیع ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کے اثرات پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کئے جاتے ہیں۔ لہذا علما کو تمسخرانہ انداز میں "ملا" اور "جاہل مولوی" وغیرہ جیسے القاب سے پکارا جاتا ہے۔ حالانکہ علمائے کرام کی توہین وتحقیر پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔

چنانچہ علما سے دشمنی اللہ سے جنگ ہے۔ حدیث قدسی میں ہے: "مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ" ترجمہ: جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر: ۶۵۰۲)

اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"الْمُرَادُ بِوَلِيِّ اللّٰهِ الْعَالِمُ بِاللّٰهِ الْمُوَاظِبُ عَلَى طَاعَتِهِ الْمُخْلِصُ فِي عِبَادَتِهِ" ترجمہ: اللہ کے ولی سے مراد عالم باللہ جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے، جو اس کی اطاعت میں ہیشگی اور دوام برتتا ہے اور اس کی عبادت میں مخلص ہے۔ (فتح الباری: ۱۱/ ۳۴۲)

الحاصل مذکورہ بالا احادیث اور اقوال سلف سے ہمیں درس عبرت حاصل کرنا چاہیے، علمائے کرام کی توقیر وتکریم کرنی چاہیے اور ان کے بارے میں اپنی زبانوں کو لگام دینا چاہیے۔ اختلاف رائے رکھنے کا حق سب کو ہے لیکن اس کے کچھ حدود وقیود ہیں، لہٰذا شائستگی سے اختلاف رکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن بے ادبی، تذلیل وحقارت کسی صورت میں جائز نہیں۔ یاد رکھیں! علما کرام پر بہتان لگانا، سنی سنائی باتوں کو ان کی طرف منسوب کرنا اور ہر محفل میں زبان درازی کر کے اپنے علمیت ظاہر کرنا بجز جہالت کے اور کچھ نہیں۔

ان حالات کے اسباب:

ان حالات کے اسباب وتدارک بہت سے ہو سکتے ہیں، ان میں سے چند اہم اسباب وتدارک کو میں قلمبند کرنے کی کوشش کر رہا ہوں:

(۱) علمائے سوء کی بدکرداریاں:

علمائے سوء کی وجہ سے عوام نے علما سے دوری بنانی شروع کر دی اور یہ سمجھ لیا کہ علما تمام کے تمام بدکردار اور برے ہی ہوتے ہیں۔ یہی سوچ عوام کے علما پر عدم اعتماد کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب ہے۔

(۲) علما اور عوام کے درمیان دوری:

اعدائے اسلام کی سازشوں اور کچھ نام نہاد مسلمانوں کی بنا پر عوام نے علما سے دوری اختیار کر لی اور علما نے بھی عوام سے ربط و تعلق کی کوششیں نہیں کیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ علما عوام سے

قربت کے ذرائع اختیار کرتے، لیکن بجز کچھ علما کے اکثریت نے کوئی مناسب ذریعہ اور وسیلہ اختیار نہیں کیا اور آج حالت یہ ہوگئی ہے کہ فیس بک اور واٹس ایپ کے دلدادہ علما کے پاس عوام کے لیے وقت ہی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ نوجوانان ملت اسلامیہ کی ذہن سازی علمائے حق کے بجائے اہل مغرب اور مغربی تہذیب کے مقلد افراد کررہے ہیں۔

(۳) سوشل میڈیا:

ستم ظریفی یہ ہے کے عوام کے پاس ایک تو علم دین کی کمی ہے، دوسرے جو کچھ ہے وہ بھی سوشل میڈیا کی دین ہے جو بدعات وخرافات، سازشوں اور غلط فہمیوں کی ملاوٹ کا شکار ہے۔ اس کی وجہ اور سبب کافی حد تک خود علما کا رویہ ہے۔ انہوں نے عوام کی تربیت اور ذہن سازی پر دھیان دینا ترک کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کے عوام نے سوشل میڈیا ہی کو حصول علم دین کا ذریعہ بنالیا اور مساجد و مدارس سے تعلق ختم کرلیا اور سوشل میڈیا سے رطب و یابس ہر چیز علم دین کے نام پر حاصل کرنا شروع کردیا۔

(٤) حصول علم میں احتیاط نہ کرنا:

اگر بچوں کا کسی اسکول میں داخلہ کرانا ہو تو اس کی خوب جانچ پڑتال کی جاتی ہے تاکہ بچوں کا مستقبل تابناک ہو سکے۔ اسی طرح علاج کرانے کے لئے اچھے سے اچھے ڈاکٹر کا انتخاب کیا جاتا ہے اور "نیم حکیم خطرہ جان" کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے جھولا چھاپ ڈاکٹروں سے اجتناب کیا جاتا ہے تاکہ علاج صحیح ڈھنگ سے ہو سکے اور نقصان کے بجائے فائدہ ہو۔ لیکن بیچارہ دین اتنا سستا اور حقیر ہوگیا ہے کہ لوگ دین کا علم کسی سے بھی حاصل کر لیتے ہیں اور آج یہی ہو رہا ہے، لہذا امت مسلمہ حصول علم دین کے سلسلے میں احتیاط کو پرے رکھتے ہوئے ہر کس و ناکس سے دین کا علم حاصل کر رہی ہے۔ اور جب ہر کس و ناکس سے علم دین کا حصول ہوگا تو ظاہر سی بات ہے فساد و بگاڑ اس امت کا مقدر بن جائے گا۔ چنانچہ "علم دین کسی سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے" اور "حق جہاں سے ملے لے لینا چاہئے" اسی طرح "جو حق ہوا سے لے لو باقی کو چھوڑ دو" جیسے پر فریب نعرے آج امت مسلمہ خصوصا نوجوانان ملت کے خاصے بن چکے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ نہیں رہا ہے۔

چنانچہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ" ترجمہ: یہ علم، دین ہے، لہذا دیکھ لو کہ تم کن لوگوں سے اپنا دین اخذ کرتے ہو۔ از (مقدمہ صحیح مسلم شریف) اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ هُوَ لَحْمُكَ وَدَمُكَ، وَعَنْهُ تُسْأَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَانْظُرْ عَنْ مَنْ تَأْخُذُهُ" ترجمہ: یہ علم تمہارا گوشت اور خون ہے، اس کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا، لہذا دیکھ لیا کرو کہ اسے کس سے حاصل کر رہے ہو؟ (مؤطا امام مالک)

(۵) غیر عالم دعاۃ کا تسلط اور غلبہ:

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا" ترجمہ: اللہ جل جلالہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ علم علماء کو موت دے کر اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، پھر ان سے سوالات کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے۔ لہذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث نمبر: ۱۰۰)

آج کل رسول اللہ ﷺ کا فرمان حرف بہ حرف صادق آرہا ہے۔ لوگ چند کتابوں کا مطالعہ کرکے علما کا لبادہ پہن کر سادہ

لوح مسلمانوں کو غلط سلط باتیں بتا کر راہ حق اور صراط مستقیم سے برگشتہ کرتے ہوئے وقت کا علامہ بننے کے پرزور کوشش کر رہے ہیں۔عوام بھی ان کا خوب ساتھ دے رہی ہے اور ان کو سراہتے ہوئے انہیں علما سے زیادہ اہمیت دینے لگی ہے۔ انھیں عوام کی بدولت یہ منبر و محراب اور کانفرنسوں وغیرہ میں اپنا تسلط قائم کرنے لگے ہیں۔ان کی شہرت اور چمک دمک کو دیکھتے ہوئے نوجوانان ملت بھی اسی راہ پر چل نکلے ہیں،لہذا آپ کو سوشل میڈیا پر خاص طور سے نام نہاد مبلغین اور محققین و مفتیان کے القاب کے مصداق افراد مل جائیں گے جو بزعم خویش دین کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جس نے بھی ایک دو کتابیں پڑھ لیں یا ایک دو لیکچر سن لئے وہ ویب سائٹس اور یوٹیوب چینلز بناتا ہے اور قرآن وحدیث کی خود ساختہ تشریح کرتے ہوئے دین اسلام کی دھجیاں اڑانے کی کوشش کرتا ہے،لہذا کوئی محقق دوراں بنتے ہوئے احادیث کی صحت وضعف پر کلام کرتا ہے تو کوئی منسوخ جیسی احادیث کو بیان کر کے ان سے مسائل کا استنباط کرتا نظر آتا ہے۔ یہ دقیق مسائل ہوں یا غیر دقیق سب میں اپنی رائے دینے کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں اور جب تک دن میں دو چار فتوے نہ دے لیں اور مناظرے نہ کر لیں ان کو سکون نہیں ملتا۔اتنا ہی نہیں مناظرہ کے نام پر گالی گلوچ کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔دعوت وتبلیغ کے نام پر نوجوان لڑکیوں سے ہنسی و دل لگی کو کار ثواب سمجھتے ہیں۔ان کے قدم یہیں نہیں رکتے بلکہ وہ دوسروں کے مقالات ومضامین اور تحقیقات کو چرا کر اپنے، ویب سائٹس اور گروپس میں اپنے نام سے شیئر کرتے ہیں اور لوگوں کی واہ واہی بٹورتے ہیں۔ یہ علما کی ویب سائٹس اور یوٹیوب چینلز کو شیئر کرنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔شاید یہی وجہ ہے کہ اگر کسی عالم کا لیکچر بھی شیئر کرتے ہیں تو خود کا یوٹیوب چینل بنا کر اس میں اپلوڈ کر کے شیئر کرتے ہیں۔

(۶) دین بیزاری:

سوشل میڈیا کے اس دور میں آزادی کا جو نعرہ بلند کیا گیا ہے لوگ اس سے اس قدر متاثر ہو گئے ہیں کہ دین پر عمل کو پابندی سمجھنے لگے ہیں،لہذا آئے دن سوشل میڈیا پر دین بیزاری کی نت نئی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں اور اسی دین بیزاری ہی کی بنا پر علما بیزاری وجود میں آئی ہے۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مہلک وبا کے علاج کا سامان کیا جائے۔علما کے مقام ومرتبہ اور ان پر طعن وتشنیع اور توہین کے گناہ کی سنگینی کو سمجھا جائے۔معاشرہ پر مرتب ہونے والے برے اثرات کو زائل کرنے کی تدبیر کی جائے اور لوگوں کے دلوں میں علماے حق کے مقام اور ان کی عظمت کو راسخ کیا جائے۔لوگوں کے مابین ان کی غلطیوں کو بیان کرنے سے احتراز کیا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ علما بھی انسان ہی ہوتے ہیں بشری تقاضا کی بنا پر ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ غلطی کی صورت میں ان کے لئے ایک اجر کی توقع کی جائے اور ان پر اعتماد کو برقرار رکھا جائے۔ساتھ ہی ساتھ ان کے لئے عذر تلاش کیا جائے اور ان سے حسن ظن رکھا جائے۔اسی طرح علماے کرام کی بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنا مقام سمجھیں اور دعوت حق کا کام کریں۔ جہاں غلطی ہو جائے اپنی اصلاح کریں اور عوام کے ساتھ اپنا ربط وتعلق مضبوط کریں۔ واللہ الموفق۔ اللہ تبارک وتعالی عوام اہل سنت کو راہ راست عطا فرمائے۔

محمد غیاث الدین مصباحی
پرنسپل جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوج پور مرادآباد یوپی۔الہند

پردے کی شرعی حیثیت اور کرناٹک حجاب معاملہ

مولانا محمد ایوب مصباحی ☆

ادا آئی، جفا آئی، غرور آیا، حجاب آیا
ہزاروں آفتیں لے کر حسینوں پر شباب آیا

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم میں انسان کو اشرف واکرم کیا، اس کے سر پر "ولقد کرمنا بنی آدم" کا تاج کرامت وشرافت سجایا، پھر نسل انسانی کے فروغ وزیادت کے لیے صنف نازک عورت کو اس کی زندگی کا ہم سفر کیا، لیکن فصل جانبین و زوجین اور طرۂ امتیاز کے تقاضوں کے مدنظر مرد کو سرپرست، ذمہ دار اور حاکم ٹھہرایا جب کہ مرد کے لیے امور خانہ داری کے انتظام و اہتمام و انصرام کے فراق وسعی میں درپیش مسائل اور ذہنی توازن کے متزلزل ومکدر ہونے پر عورت کو اس کے دل کا سکون واطمنان کا باعث اور اس کی ذہنی الجھن کے رفع ودفع کا سامان کیا، حتیٰ کہ اس کے لیے مرد کی محبت میں زندگی کے سفر کو طے کرنا نہایت آسان کر دیا؛ اور یہ اظہر من الشّمس ہے کہ محبوب کا ہر قسم کی شکستگی اور شگاف سے مبرا ومنزہ ہونا محبت کے شرائط میں سے ہے۔ لہٰذا اس کی رعایت کرتے ہوئے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا گیا اور اس کے لیے پردہ لازم وضروری قرار دیا۔ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے: کہ حالیہ دنوں ریاست کرناٹک کے شہر اڈوپی میں حجاب کا مسئلہ کالجوں سے اٹھ کر سرکاری اداروں، نیوز چینلوں، اخباروں، اور سوشل میڈیا کی زینت بن گیا۔ اس پورے واقعہ میں کئی چیزیں قابل غور ہیں: پہلی یہ کہ اسلامی مسائل کو اکثر اس وقت اٹھایا جاتا ہے جب انتخابات قریب ہوتے ہیں تا کہ اس سے الیکشن میں استفادہ ہو، دوسری یہ کہ اسلام مخالف طاقتیں یہ معلوم کرنا چاہتی ہیں: ابھی مسلمانوں میں غیرت ایمانی کس درجہ باقی ہے؟ یعنی اسلامیات پر پابندی عائد کرنے کے نتیجے میں اگر صدائے بازگشت بلند ہو تو مسئلے سے زیادہ تعرض نہ کرتے ہوئے ملتوی کر دیا جائے جیسا کہ این آر سی میں ہوا، اور اگر آٹے میں نمک کے برابر احتجاج ہو تو اسلام ومسلمان پر شب خون مارا جائے، اسے حتی الامکان انحطاط پذیر کیا جائے، اس کی بیخ کنی کی جائے جیسا کہ طلاق ثلاثہ میں کیا گیا۔ تیسری یہ کہ ہمارے بعض نام نہاد مسلم بھی اسلام سے متنفر اور بدظن ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں صحیح طور پر اسلام کا مطالعہ نہیں ہے۔ یا کسی نے اسلام کے خلاف ان کے ذہنوں میں زہر بھر دیا ہے یا پھر مغربی تہذیب وکلچر کا ان پر اس درجہ غلبہ ہے کہ وہ اسلام کو قید وبند اور دیگر مذاہب باطلہ وفاضحہ کو اچھا یا اس میں اپنی فلاح ونجات تصور کر رہے ہیں جو کہ زعم باطل اور گمان فاسد ہے۔ تبھی شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا تھا:

ع بدعمل تھے ہی جواں دین سے بدظن بھی ہوئے

آیئے! پردہ کیا ہے؟ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، پردہ دو طرح کا ہے۔ ایک شرم وحیا کا، دوسرا لباس کا۔ اسلام نے عورت کے لیے ان دونوں نوع کے پردے کو لازم وضروری قرار دیا جب کہ مرد کو صرف قسم اول یعنی شرم وحیا کے پردے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا: "قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالك ازکی لکم واللہ خبیر بما تعملون۔" (سورہ: نور، آیت: ۳۰)

ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور یہ ان کے لیے بہت ستھرا

ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ (کنزالایمان)
اس کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: ''اور جس کا دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں''۔

مرد کو کب اور کتنا ستر چھپانا ضروری ہے؟

بہار شریعت میں ہے: ستر عورت ہر حال میں واجب ہے خواہ نماز میں ہو یا نہیں، تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بلا کسی غرض صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالا جماع، یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں نماز پڑھی اگر چہ وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام دے اور ننگے پڑھی تو بالا جماع نہ ہوگی۔ (بہار شریعت، حصہ سوئم، ص:۳۵۵/ فاروقیہ بک ڈپو)

بہار شریعت میں ہے: مرد میں اعضاے عورت نو ہیں۔ جن میں آٹھ علامہ ابراہیم حلبی، علامہ شامی، علامہ طحطاوی وغیرھم نے شمار کرائے۔ اور ایک اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے۔ اول ذَکر مع اپنے سب اجزا: حشفہ، قصبہ، قلفہ اور انثیین کے۔ دوم دبر یعنی پاخانہ کا مقام۔ سوم اور چہارم دونوں ران مع گھٹنہ کے۔ پنجم ناف کے نیچے سے لے کر عضو تناسل کی جڑ تک۔ ششم ہفتم دونوں سرین۔ ہشتم ناف کے نیچے سے لے کر عضو تناسل کی جڑ تک کے برابر حصہ اس کی سیدھ میں پشت اور دونوں کروٹوں کی جانب۔ نہم جس کی تحقیق مجدد دین وملت اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے فرمائی کہ دبر و انثیین کے درمیان کی جگہ مستقل ایک عورت ہے۔ اور ان اعضا کا شمار اور ان کے تمام احکام کو ایک شعر میں جمع فرمایا۔

ستر عورت بمرد نہ است
از تہ ناف تا تہ زانو
ہرچہ ربعش بقدر کن کشور
باکشودی وے نماز مجو
ذکر و انثیین و حلقہ پس
دو سرین ہر فخذ بہ زانوے او
ذکر و انثیین و دبر
باقی زیر ناف از ہر سو

(بہار شریعت، حصہ سوئم، ص:۳۸۱/ فاروقیہ بک ڈپو)

یاد رکھنے کو اتنا بس ہے کہ مرد کا اپنے جسم کو ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک چھپانا ضروری ہے۔ جیسا کہ ''ہدایہ'' میں ہے: **وعورة الرجل ماتحت السرة الی الرکبة**۔ یعنی مرد کی عورت کہ جس جگہ کا چھپانا ضروری ہے، ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے تک ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب الصلوۃ، باب شروط الصلوۃ التی تتقدمھا، ص:۶۷/ مجلس برکات)

مرد حضرات اپنا محاسبہ کریں، کتنے دین کے قریب ہیں!! عوام الناس میں بعضے قصداً اور بعضے جہلاً چھوٹے خواہ بڑے بوڑھے بالخصوص نوجوان جو اس معاشرے کی تشکیل نو کا ایک اٹوٹ حصہ اور جزو لاینفک ہیں، معاشرے میں سوائے فساد مچانے کے کچھ نہیں کر رہے۔ جب کہ ان کا کردار ایسا ہونا چاہیے تھا کہ لوگ مثالیں پیش کرتے، لیکن ان پر صیہونی طاقتوں، مغربی تہذیب و کلچر کا ایسا خمار چڑھا کہ اتباع ہوی و نفس و تقلید اہل کتاب و ہنود میں گھروں میں یونہی انڈرویئر پہنے گردش کرتے رہتے ہیں جو اس قدر ضیق و تنگ ہوتا ہے کہ نہ ناف سے شروع نہ پورا گھٹنے تک، اور اس کا طول و عرض و عمق بھی ایسا کہ اعضاے عورت اور شرم کی چیزیں بلکل نمایاں ہوتی ہیں۔ گھر میں آباد دیگر محارم مثلاً ماں، بہن وغیرہ کی قطعاً شرم و لحاظ نہیں بلکہ حمیت و غیرت ایمانی گویا اس نے گروی رکھ دی، سرعام گھروں کے نلوں پر اس تنگ و تنگ لباس میں غسل کرنا، جس کے نتیجے میں نابالغوں کو ان امور کی خبر ہو جاتی ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھی نو جوانوں کا عام شیوہ

بن گیا ہے۔

مردوں کو چاہیے کہ اپنے لباس کا جائزہ لیں، انڈرویئر کے بجائے تہبند استعمال کریں، غسل کامل ستر پوشی کے ساتھ اور بندش کی جگہ کریں۔ شادیوں میں اوباشوں کا دوشیزاؤں کے گرد چکر کاٹنا اور تکنا انتہائی شرمناک!!

شادیوں میں شوق پورے کرنے کے پس پردہ کیا کیا ناجائز کام نہیں ہورہے؟ اللہ کی پناہ! شریف الطبع انسان شادی میں جانے سے قبل دس بار سوچتا ہے۔ شادیوں میں نوجوانوں کا لڑکیوں کے گرد گھومنا انھیں تکنا، گھور گھور کر دیکھنا بھی تشویس کا باعث ہے۔ خدا خیر کرے! انسان کو عفت و پارسائی کا خوگر اور شرم وحیا کا پیکر ہونا چاہیے، اور غیر محرموں کو دیکھنے سے پہلے یہ بھی تصور کر لینا چاہیے کہ اس کی اپنی بہن بیٹیاں بھی ہیں۔ ایسا سب کچھ کر کے وہ گناہ بےلذت و بےلوث کے مہلک مرض میں قرض ہو جاتے ہیں۔

حالاں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: زنا ایک قرض ہے جو تمھارے گھر سے ہی ادا ہوگا۔ (دیوان شافعی، ص: ۸۴ / مطبوعہ: مؤسس علاء الدین)

پھر غیر محرم کی طرف بار بار قصدا دیکھنا گناہ ہے، ہاں فجاءۃ اضطراری نظر اول معاف ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"وعن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی: یا علی! لاتتبع النظرۃ النظرۃ فان لك للاول ولیست لك الاخری" (مشکوۃ:۲۶۹)

عورتوں کو دونوں نوع کے پردے: لباس شرم وحیا اور لباس حجاب کا حکم دیا گیا، یعنی عورتیں اپنی پاکدامنی کا بھی خاص خیال رکھیں اور ستر پوشی کا بھی۔

عفت و پارسائی عورت کا بیش قیمت زیور:

ارشاد باری تعالی ہے :"قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔" (نساء:۳۱)

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں، اور بناو نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔

دور جدید میں ایک بلا اور دیکھنے کو ملتی ہے کہ عورتیں گھروں سے باہر نکلنا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ بازاروں، مارکیٹوں، اور شاپنگ مالوں میں عورتوں کا ایک جم غفیر اور ازدحام شدید رہتا ہے۔ خریداری خود کرنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ جب کہ یہ عورت کے لیے وبال جان ہے۔

حدیث نبوی میں فرمایا گیا: النساء حبالۃ الشیطان (اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ من حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موقوفا) یعنی عورتیں شیطان کا پھندا ہیں۔

دوسری قسم لباس کا پردہ ہے۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ برقع، ۲۔ حجاب، ۳۔ نقاب

پردے کی ان تینوں قسموں کے بابت متعدد قرآنی آیات اور تقریبا ستر احادیث نبویہ شاہد و ناطق ہیں۔

((برقع))

برقع کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت دال ہے۔

فرمایا: یایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالك ادنی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما۔ (احزاب:۵۹)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں، صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادر کا ایک حصہ اپنے منھ پر ڈالیں۔
ترجمے سے اتنی بات واضح ہے کہ اس آیت میں پردے کا حکم دیا گیا۔ لیکن اس کی مقدار کیا ہے؟ پردے کی یہ کونسی قسم ہے؟ تفسیری عبارتوں کے مطالعے سے عیاں ہوتا ہے کہ اس سے ''برقع'' مراد ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے: **والجلابيب جمع جلباب وهو على ماروى عن ابن عباس الذى يستر من فوق الى اسفل**۔ (روح المعانی، ج:۱۱، ص: ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ)

یعنی آیت کریمہ میں جلابیب جلباب کی جمع ہے۔ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق وہ ایسا لباس ہے جو اوپر سے نیچے تک چھپادے۔ یہ لفظ "جلابیب" کی وضاحت میں ہوئی۔ اب "يدنين" کا معنی ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر روح المعانی اسی جگہ ہے: معنی (يدنين عليهن) **يرخين عليهن يقال اذا زل الثوب عن وجه المرأة ادنى ثوبك على وجهك، وعندى ان كل ذالك بيان لحاصل المعنى والظاهر ان المراد عليهن على جميع اجسادهن**۔

ترجمہ: يدنين عليهن کا معنی یہ ہے کہ اپنے اوپر پردہ ڈال لیں، جب کپڑا عورت کے چہرے سے ہٹ جائے تو بولا جاتا ہے: ''اپنا کپڑا اپنے چہرے پر قریب کرلے'' اور میرے نزدیک ان میں سے ہر ایک حاصل معنی کا بیان ہے اور ظاہر یہ ہے: اپنے اوپر اپنے پورے جسموں پر پردہ ڈال لیں۔

اسی طرح تفسیر بیضاوی میں ہے: **يغطين وجوههن وابدانهن بملاحفهن اذا برزن لحاجة ومن للتبعيض فان المرأة ترخى بعض جلبابها وتتلفع ببعض**۔ (بیضاوی، ج:۲، ص: ۲۵۲)

عورتیں جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلیں تو چہروں اور جسموں کو بڑی لمبی چادروں میں چھپالیں، اور "من" یہاں تبعیض کا ہے تو عورت اپنے جلباب کے ایک حصے سے چہرا چھپائے اور ایک سے پورا جسم۔

اب تک کی گفتگو عورت کے گھر سے باہر نکلنے پر برقع پہننے کے لازم وواجب ہونے پر ہوئی۔ لیکن حالیہ دنوں ریاست کرناٹک میں زیر بحث مسئلہ برقع کا نہیں ہے، بلکہ وہ حجاب کا مسئلہ اچھالا گیا، لہذا پردے کی دوسری قسم حجاب پر خامہ فرسائی ضروری ہوئی۔

((حجاب))

گزشتہ چند روز قبل ریاست کرناٹکا کے شہر اڈوپی میں یہ مسئلہ اٹھایا گیا کہ حجاب ضروری نہیں ہے۔ جس کا کچھ پس منظر یہ ہے: اب تک چوں کہ محض اسکولوں میں ہی ڈریس اور یونیفارم کا چلن اور دستور تھا، کالج میں ڈریس وخاص لباس کا کوئی التزام نہ تھا، سال گزشتہ مرکزی حکومت بیجے پی نے ایک آرڈیننس پاس کر کے کالجوں میں بھی یونیفارم کا نفاذ لازم کر دیا لیکن اس وقت وبائی مرض کورونا وائرس کے چلتے اسکول وکالجز مقفل تھے اس سبب کوئی شورشرابہ نہ ہوا، سال رواں اسکول وکالجز کو کھولنے کا جب فرمان جاری ہوا اور طالبات نے اداروں، کالجوں کا رخ کیا، تو کرناٹک کے اڈوپی کے ایک کالج میں انتظامیہ کے جانب سے دروازے پر نو اینٹری کا بورڈ آویزاں دیکھا، اس بورڈ پر چسپاں نوٹس وانتباہ میں یہ صراحت تھی کہ طلبہ وطالبات کا داخلہ بنا ڈریس کے کالج میں ممنوع ہے۔ اس پر ان طالبات نے احتجاج شروع کر دیا دراصل یہ سازش بیجے پیا اور آر ایس ایس کی ہے جو رفتہ رفتہ اسلامی شناخت، اسلامی رسم ورواج کو مٹانے کے در پہ ہے۔ اور

ملک کو ہندو راشٹر یہ کی طرف لے جا رہے ہیں، خدا کرے، ان کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو! یہاں سے یہ مسئلہ عدالتوں، نیوز چینلوں اور قائدوں کی تقریروں تک پہونچ گیا۔ اس ضمن میں کرناٹک ہاں کورٹ کا فیصلہ مسلمانوں کے لیے تشویش کن رہا اور فیصلے میں یہ دلیل پیش کی گئی کہ حجاب اسلام میں ضروری اور لازمی پر مپرا نہیں ہے۔

اس جگہ بظاہر دو چیزوں میں تضاد ہوا اول یہ کہ ملک کے آئین میں کالج کے انتظامیہ کو اپنے حساب سے ڈریس اور یونیفارم منتخب کرنے کا پورا حق حاصل ہے، دوسرا یہ کہ سنودھان میں ملک کے ہر شہری کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے اور اس کے رسم ورواج کو فروغ دینے کا پورا حق ہے۔

ہائی کورٹ میں جب اس مسئلہ کی سماعت ہوئی تو فیصلہ کالجوں کے حق میں آیا اور انتظامیہ کی حجاب پر پابندی کو درست بتایا اور باقی رکھا، طالبات کے وکیل نے قرآن کی کئی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: ''یہ ان کا آئینی حق ہے اور اسلام میں مسلم خواتین کے لیے حجاب ضروری قرار دیا گیا ہے''۔

ججوں کی فل بنچ نے آیتوں کا ترجمہ سننے کے بعد کہا: ''کسی بھی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حجاب اسلام میں ضروری ہے''۔

یہاں جس حجاب اور پردے کا حکم دیا گیا ہے وہ شرم وحیا کا لباس ہے۔

''اس طرح سے ایک بار پھر عدلیہ نے حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے اقتدار کے دباؤ میں جانبدارانہ فیصلہ دیا اس کے بعد عدالت عظمیٰ میں اس مقدمہ کی رٹ دائر کی گئی اور وہاں بھی یاس وناامیدی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

لہذا بے حد ضروری ہوا کہ حجاب اسلام میں ضروری ہے یا نہیں؟ اس کا جائزہ لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(۱) یایھا الذین آمنو لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسین لحدیث ان ذالکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم والله لایستحیی من الحق واذا سألتموھن متاعا فأسئلوھن من وراء حجاب ذٰلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن وما کان لکم ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا ان ذٰلکم کان عند الله عظیما (احزاب، ۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلا کھانے کے لیے بلائے جاؤ، نہ یوں کہ اس کے پکنے کی راہ تکو، ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ، نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ، بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمھارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو، اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کی، اور تمھیں نہیں پہونچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں متعدد احکام بیان ہوئے، ان میں سے ایک حکم یہ بیان ہوا کہ جب تم ازواج مطہرات سے کوئی سامان مانگا کرو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یعنی تمھارے اور ازواج کے درمیان پردہ حائل ہو، یہ پردہ بایں طور ہوسکتا ہے کہ عورت گھر

کے اندر ہو دروازے پر پردہ لٹکا ہو اور وہیں سے سارے کام انجام دے لیکن یہ انتہائی دشوار ہے۔ لہذا آسانی کے لیے علما نے فرمایا کہ چہرے پر نقاب ڈال کر اور ہاتھوں میں دستانے چڑھا کر گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ البتہ اس آیت پر ایک اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ یہ حکم تو ازواج مطہرات کے لیے تھا، لیکن تمام مسلم خواتین پر لازم کیوں کر دیا گیا؟ واضح رہے کہ قرآنی احکام کے اسباب نزول خاص ہوتے ہیں لیکن ان کا حکم عام ہوتا ہے جیسا کہ اصول تفسیر میں بیان کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: "اختلف اهل الاصول هل العبرة بعموم اللفظ، أو بخصوص السبب؟ والأصح عندنا الاول"۔ (الاتقان فی علوم القرآن، الجزء الاول، المسئلۃ الثانیۃ ص:۱۹۶)

کہ اہل اصول نے اس میں اختلاف کیا، کیا عموم لفظ کا اعتبار ہے یا خصوص سبب کا؟ تو صحیح تر ہمارے نزدیک اول ہے یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا۔ اس آیت کے تحت صدر الافاضل نعیم الدین مرادابادی فرماتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی گھر میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں آیت اگرچہ خاص ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہوئی لیکن حکم اس کا تمام تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے''۔

۲۔ حجاب اسلام میں ضروری ہے یعنی سر پر اوڑھنی ڈال کر چہرے پر لٹکا لینا یا نقاب کی طرح آنکھیں چھوڑ کر اپنے سارے چہرے کو چھپا لینا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو زمین پر اتنی زور سے قدم رکھے کہ مرد اس کی پائل کی آواز سن لینے سے بھی منع فرمایا تاکہ لوگوں فتنہ میں نہ پڑ جائیں تو چہرہ کھلا رکھ کر غیر محرموں کے سامنے جانا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟ جب کہ چہرہ پائل کی بنسبت مزید جاذب اور پرکشش ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: "ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن"۔ ترجمہ: اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔ (کنز الایمان)

۳۔ حجاب اسلام میں ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک حکم فرمایا کہ عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں جیسا کہ آگے آرہا ہے اور مرد بھی جیسا کہ گزر چکا اور عورت اپنی زینت یعنی بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو، اس لیے کہ یہ سب انسان کے بہکنے کے محرکات ہیں جب غیر محرم پر نظر پڑتی ہے تو اس کے حسن و جمال کا تیر آنکھوں کے راستے دل میں پیوست ہوتا ہے تو پھر یہ اجازت کیسی ہو سکتی ہے؟ کہ چہرہ کھلا رکھ کر غیر محرموں کے سامنے آیا جائے بلکہ یہ بھی حکم فرما دیا کہ اپنے سینوں پر دوپٹے ڈالے رہیں اس لیے کہ اسے دیکھ کر مرد بہک جاتا ہے تو جو کشش اور جاذبیت سینے میں ہوتی ہے وہی چہرے میں بھی ہوتی ہے تو چہرے کو حجاب سے چھپانا تو بدرجۂ اولی ضروری گا۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان عزت نشان ہے: قل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن۔ الآیۃ۔ ''اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناو نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں''۔ (کنز الایمان)

عورت کا تمام بدن چھپانا فرض ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چہرا بھی چھپانا یعنی اس پر حجاب لگانا ضروری ہے یا نہیں؟ تو اس بابت اصل کلی یہ ہے کہ مرد کو اگر ہوائے نفس کا خوف ہو تو عورت حرہ مطلقہ کا تمام جسم حتی کہ چہرہ اور قدم بھی دیکھنا اس

کے لیے ممنوع و ناجائز ہے اور اگر بے خوف ہو تو جائزہ کہ صرف چہرہ، ہتھیلی اور قدم دیکھ سکتا ہے لیکن یہ بھی مسلمات سے ہے کہ اس زمانے میں کون فتنہ سے بے خوف ہو سکتا ہے؟ لہذا ضرورت شرعی کے سوا ہر حال میں حرہ مطلقہ کا پورا جسم مرد کو دیکھنا ممنوع ہے۔

جیسا کہ صدر الافاضل نعیم الدین مرادابادی فرماتے ہیں:

''حرہ اجنبیہ کے تمام بدن کا دیکھنا ممنوع ہے۔

ان لم یأمن من الشهوة وان أمن منها فالممنوع النظر الى ما سوى الوجه والكف والقدم، ومن يأمن فان الزمان زمان الفساد فلا يحل النظر الى الحرة الاجنبية مطلقا من غير ضرورة۔ (تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان، زیر آیت: قل للمؤمنات يغضضن)

یہ زمانہ جب زمانۂ فساد ہے تو عورت پر ضروری ہوا کہ اپنے چہرے کو کپڑے سے چھپا کر باہر نکلے اور اسی چیز کا نام حجاب ہے۔

۴۔ حجاب اسلام میں ضروری ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: "ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى"۔ اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (کنز الایمان)

یہاں اگلی جاہلیت سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے۔ جس میں عورتیں اترا کر چلتی تھیں اپنی زینت و محاسن کا اظہار کرتیں اور بے پردہ ہوتیں تا کہ مرد انھیں دیکھ کر ان کی طرف مائل ہوں۔ کرناٹک کے ہائی کورٹ میں حزب اختلاف کے وکیل نے اسلام میں حجاب کے ضروری نہ ہونے پر یہ دلیل پیش کی کہ قرآن مجید میں پردے کے بارے میں دو لفظ وارد ہوئے ہیں، ایک خمار جو سورہ نور میں ہے دوسرا جلباب جو سورہ احزاب میں ہے۔ جب کہ ان میں سے کسی کا بھی مطلب حجاب نہیں لہذا حجاب مسلم خواتین پر زبردستی کی پابندی ہے۔ قارئین! ثانی الذکر پر بحث ہم ماقبل میں کر آئے، کہ جلباب ایک بڑی چادر کو کہا جاتا ہے جو اس زمانہ میں برقع کے نام سے موسوم ہے اس سے تو بلاشبہ حجاب کا ثبوت فراہم نہیں ہو رہا لیکن اس سے پہلے اسی آیت میں جو لفظ ''یدنین'' ہے اس سے حجاب کا ثبوت ضرور ہو رہا ہے جیسا کہ اس پر تفسیری عبارتیں گزر چکیں۔ دوسرا لفظ ''خمار'' ہے اس پر بھی اس کے موضع میں کافی تفسیری بحث ہو چکی اور ثابت ہو چکا کہ اس سے حجاب ہی مراد ہے۔

اب ہم اس آیت: "ولا تبرجن تبرج الجاهلية" الآية کی تفسیر پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر و باہر ہوگا کہ حجاب ہی ضروری ہے اسی سے کامل پردہ ہو سکتا ہے۔

آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ بے پردہ نہ ہو جیسے اگلی جاہلیت کہ بے پردگی۔ اب یہ اگلی جاہلیت کہ بے پردگی کیا ہے؟ آیئے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: "والتبرج انها تلقى الخمار على رأسها ولاتشده فيوارى قلائدها وقرطها وعنقها ويبدو ذالك كله منها"۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:٦، ص: ۲٦۴/ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ: اور تبرج کا مطلب یہ ہے کہ عورت دوپٹہ اپنے سر پر ڈال لے، اور اسے باندھے نہ، پھر وہ اپنے ہار، بالی اور گردن کو چھپائے حالاں کہ یہ سب چیزیں اس سے ظاہر اور کھلی رہ جائیں۔ اس تفسیر میں صاف طور پر ہے کہ دوپٹے سروں پر کھلے رہتے تھے عورتیں اپنی بالیاں ہار اور گردنوں کو چھپانے کی کوشش کرتی تھیں لیکن چھپتی نہیں تھیں لہذا اگلی جاہلیت کی بے پردگی سے اسی وقت بچا جا سکتا ہے جب کہ دوپٹے کو چہرے پر باندھ لیا جائے اور یہی صورت حجاب یا نقاب کی ہے۔

((نقاب))

اس سے مراد حجاب ہی ہے اور اس کے دلائل بھی وہی ہیں جو حجاب کے ہیں صرف اعتباری یا لفظی فرق ہے۔

پردہ کب اور کس سے ضروری نہیں؟

اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے پردے کے کپڑوں مثلا برقع، حجاب اور نقاب کا حکم ان عورتوں کو دیا جو قابل شہوت و نکاح ہوں جس میں یہ دونوں علتیں نہ ہوں انھیں اس حکم کا مکلف نہ کیا مثلا جو عورتیں کبرسنی کی عمر کو پہونچ گئیں کہ اب انھیں نکاح کی رغبت ہے نہ ان سے کسی کو دلچسپی تو وہ اپنے بالائی کپڑوں کو اتار کر رکھ سکتی ہیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ ہو۔ لیکن پہنے رہنا بہتر ہے۔ فرمایا:" والقواعد من النساء اللتی لایرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجٰت بزینة وان یستعففن خیر لھن واللہ سمیع علیم"۔ (نور، ٦٠)

ترجمہ: اور بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنھیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں جب کہ سنگار نہ چمکائیں اور اس سے بھی بچنا ان کے لیے بہتر ہے۔

پردہ غیر محرم سے ضروری ہے سورہ نور کی جس آیت سے پردے کا ثبوت ہوتا ہے خود اس حکم کو آگے چل کر مقید کیا اور جن سے پردہ نہیں ان صورتوں کو مفصل بیان فرمایا۔

ارشاد فرمایا:" ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آباءھن او آباء بعولتھن او ابناءھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نساءھن او ماملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عوٰرت النساء۔"(نور:٣١)

ترجمہ: اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنھیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس سے نکاح حرام ہے اس سے پردہ نہیں اور جس سے نکاح حلال ہے اس سے پردہ ہے۔

دیور اور بہنوئی سے ہاتھ ملانا حرام اور پردہ ضروری ہے کہ یہ غیر محرم ہیں عورتوں کی اپنے دیوروں سے اس قدر بے احتیاطی معاشرے میں دیکھی جاتی ہے کہ عورتیں ان سے بلا تکلف نوک جھوک، باہمی آمد و رفت، خوش طبعی اور مزاق کرتی ہیں۔ اسی طرح مرد اپنی بیوی کی بہن یعنی سالی سے بلکل بلا تکلف رہتا ہے جس کے نتائج آئے دن اخباروں کی زینت بنتے رہتے ہیں عورت کے لیے اس کا دیور اور یوں ہی سالی کے لیے اس کا بہنوئی دونوں غیر محرم ہیں لہذا ان سے پردہ ضروری ہے۔

بلکہ دیور اور بہنوئی کو تو حدیث شریف میں موت سے تعبیر کیا گیا، حدیث شریف میں ہے:

"عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالی عنه، ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: ایاکم والدخول علی النساء، فقال رجل من الانصار: یا رسول اللہ! افرءیت الحمو؟ قال: الحمو الموت"۔ (مسلم شریف، حدیث نمبر: ٢١٧٢)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو، تو

ایک انصاری صحابی نے عرض کی، یارسول اللہ مرد وعورت کے رشتہ داروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا یہ تو موت ہیں۔ یہاں حمو سے مراد شوہر کے قریبی اور عورت کے قریبی ہیں تفصیل کے لیے دیکھیں عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، شرح المسلم للنووی وغیرہ۔

اس کے علاوہ بے شمار احادیث وآثار ہیں جو پردے کے ضروری ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن وقت کی قلت دامن گیر، مقالے کی عدم وسعت پر بنا کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك کے تحت جو اس میں صحیح ہے من جانب اللہ ہے جو سہو وخطا ہے عبد مذنب سے سرزد ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے اس اقل قلیل کاوش کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لیے نفع بخش کردے، ان اريد الا الاصلاح مااستطعت وما توفيقى الا بالله عليه توكلت واليه انيب۔

محمد ایوب مصباحی پرنسپل وناظم تعلیمات دارالعلوم گلشن مصطفی،
وخطیب وامام مدینہ مسجد عالم پور، ٹھاکردوارہ، مرادآباد، یوپی
رابطہ:8279422079

مسلم بچیاں اور فتنۂ ارتداد اسباب اور حل

مولانا عبد القادر مصباحی، مراد آباد ✷

بچیاں ہم سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں زندگی کا سکون ہیں گھریلو زندگی کی خوبصورتی ہیں۔والدین کا غرور اور بھائیوں کا فخر ہیں بلکہ بچیاں معاشرے کے ہر طبقے کے لیے باعث شرف ہیں۔ان کی حفاظت کرنا دیکھ ریکھ کرنا ہماری بڑی ذمہ داری ہے۔

یہ دور فتنوں کا دور ہے،طرح طرح کے فتنوں کا وجود ہورہا ہے جیسے جیسے ذرائع ابلاغ بڑھتے جارہے ہیں ایسے ہی فتنے بڑھتے جارہے ہیں ان فتنوں میں ایک فتنہ ارتداد ہے۔اس فتنے کے زہریلی اثرات مسلم معاشرے میں تیزی سے پھیل رہے ہیں،رات دن مسلم خواتین کو مرتد بنانے کی کوشش کی جاری ہے۔

آیئے سب سے پہلے جانیں کہ ارتداد کیا ہے؟اس کے معنی کیا ہیں؟اس کا فتنہ کیسا ہے؟

ارتداد کا لغوی معنیٰ:

ارتداد کا لغوی معنی ہے''التراجع''یعنی لوٹنا۔پلٹنا۔واپس ہونا توارتداد عن الدین کے معنی ہوئے التخلی ،الرجوع عنہ،بے دین ہونا، دین سے پھرنا، دین سے پلٹنا۔تواب مرتد کے معنی ہوئے''مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریات دین سے ہو یعنی زبان سے ایسے صریح کلمہ کفر کہے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو۔یونہی بعض الفاظ بھی ایسے ہوتے ہیں جن سے کافر ہو جاتا ہے۔

مثلاً بت کو سجدہ کرنا،قرآن شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔(درمختار،ج:٦،ص:٣٤٤،کتاب الجہاد،باب المرتد)

یعنی اسلام کا کلمہ پڑھ کر جو مسلمان ہو جائے اور اس کے بعد کلمہ کفر کہے یا فعل کفر کرے اور اس پر قائم رہے۔ایسے شخص کو مرتد کہتے ہیں۔

ارتداد کے اسباب:

ارتداد کی ایک بہت ہی اہم وجہ غیر مسلموں سے اختلاط، ان سے دوستی،ان سے محبت اوران کو اپنا راز دار بنانا ہے۔جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ

ترجمہ:اے ایمان والو!غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔انہیں وہی چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف پہونچے،تحقیق کہ ان کی دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہوگی۔(سورۂ آل عمران،آیت:١١١)

پتہ چلا کہ بلا جھجھک غیر مسلموں سے اختلاط ان کے ساتھ غیر ضروری تعلق اور واسطے رکھنا ان کے ساتھ اپنی باتیں شیر کرنا ان کے گھر آنا جانا اوران کا بھی مسلمانوں کے گھر بلا روک ٹوک آنا یہ ارتداد کا ایک اہم سبب ہے۔

(۲) غیر مسلموں کے رسم ورواج،طور،طریقے وران کی تہذیب وتمدن کا تیزی سے مسلم معاشرے میں بڑھنا۔

(۳) گھروں میں ٹی وی اورموبائل کے رواج کا بڑھنا کیوں کہ موبائل ایک ایسا آلہ ہے جو انسان کو دنیا بھر کی غلط اور صحیح

معلومات لمحوں میں فراہم کرنا ہے۔لیکن اس کا بیشتر استعمال ایسے امور کی انجام دہی کے لیے ہوتا ہے جو شرعی طور پر حرام و ناجائز اور اخلاقی طور پر معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ نیز موبائل کی وجہ سے ایسے لوگوں سے رابطے کی راہیں ہموار ہوتی ہیں جن میں شرم وحیا اور دین داری نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ بسا اوقات یہ موبائل غیروں سے رابطے کا سبب بنتا ہے اور پھر یہ رابطہ فتنۂ ارتداد کی راہیں پیدا کرتا ہے۔

(۴) گھروں میں دینی ماحول نہ ہونا۔

(۵) دین اسلام سے دوری، اچھے لوگوں خاص کر باعمل علما و مشائخ کرام سے رابطہ نہ رکھنا۔

(۶) غیر مسلموں کی نفرت کا ہمارے دل ودماغ سے ختم ہوجانا۔

(۷) کفر و شرک سے عدم کراہت۔

(۸) بلوغت کے بعد وقت پر نکاح نہ ہونا بھی ایک سبب ہے۔نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان لڑکے،لڑکیوں کے رشتۂ نکاح کے قیام میں جائز و ناجائز کی پروہ کیے بغیر باطل مذاہب کے پیروکاروں سے شادیاں رچ رہے ہیں۔

حالاں کہ مسلم عورت کی کسی کافر سے شادی باطل وحرام ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ"

ترجمہ: نہ یہ مسلم عورتیں ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر مردان مسلم عورتوں کے لیے۔(سورۃ الممتحنہ، آیت:۱۰)

(۹) والدین کی اولاد کی تربیت سے غفلت۔

فتنۂ ارتداد کے حل کے کچھ طریقے:

(۱) بچوں کو ٹی وی اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال میں روکیں، اور موبائل پر نہ ہی خود کوئی فلم وغیرہ دیکھیں اور نہ ہی بچوں کو دیکھنے دیں۔کیوں کہ فلموں وغیرہ سے ہمارے گھروں میں فحاشی اور عریانیت داخل ہوتی ہے۔

نیز فلموں، ڈراموں میں معبودان باطلہ کی پرستش دیکھ کر بچے متاثر ہوتے لہٰذا گھر بیٹھے ان شرکیہ کاموں کے دیکھنے سے روکیں۔

(۲) روزانہ گھر کے تمام افراد اکٹھا ہوکر دس یا پندرہ منٹ دینی باتیں کریں۔

(۳) بچوں کی دینی تعلیم اور عمدہ تربیت کا انتظام کریں۔

(۴) بچوں کو کفار و مشرکین کی بری باتوں سے آگاہ کریں ان سے خود بھی نفرت کریں اور بچوں کو بھی نفرت دلائیں۔

(۵) باعمل علمائے اہل سنت ومشائخ کرام سے خود بھی اچھے رابطے رکھیں اور بچوں کو بھی ان کی صحبت میں رہنے اور ان سے رابطہ رکھنے کی تاکید کریں۔

(۶) بلوغت کے بعد جلد از جلد شادی کا اہتمام کریں، کاروبار، پڑھائی، ہنر وغیرہ کا بہانہ بنا کر شادی میں تاخیر نہ کریں۔

(۷) شادی سے پہلے بچیوں کو موبائل وغیرہ سے دور رکھیں اور اگر ضرورۃً دے رکھا ہے تو وقتاً فوقتاً چیک کرتے رہیں ور اگر کوئی قابل گرفت بات نظر آئے تو فوراً تنبیہ کریں۔

(۸) شادیوں کو سستا کیا جائے اور اگر ہو سکے تو اجتماعی شادیوں کا انتظام کریں تاکہ بچیوں کی شادی میں تاخیر نہ ہو۔نیز بیواؤں کے لیے بھی مناسب رشتوں کا انتظام کیا جائے۔

(۹) بچیوں کو ضرورۃً گھر کے باہر کہیں جانا ہو تو لانے، لے جانے کا کام ہر گھر کے بڑے ذمہ دار افراد، والد یا بھائی وغیرہ خود کریں۔

(۱۰) والدین گھر میں دینی ماحول پیدا کریں۔

(۱۱)مخلوط اداروں میں تعلیم نہ دلانا، اپنے بچوں کو ایسے اسکول وکالج میں نہ بھیجنا جس میں لڑکا ،لڑکی دونوں ایک ساتھ پڑھتے ہوں تاکہ چھٹی کے بعد بات کرنے یا ملاقات کرنے کا موقع میسر نہ آئے۔

(۱۲)بچوں کو شرم وحیا والا لباس پہنائیں۔

یعنی ایسا تنگ اور باریک لباس نہ ہو جس سے جسم کے اعضا نظر آئیں اور نہ ہی بچیوں کا لباس بچوں کے مشابہ ہو۔

(۱۳)اپنی بچیوں کو نگاہ میں رکھنا۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی بچیوں پر نگاہ رکھیں کہ وہ کیا کرتی ہیں، کہاں جاتی ہیں فون وغیرہ پر کس سے بات کرتی ہیں۔اس کی سہیلیاں کس قسم کی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

تاکہ بر وقت بچیوں کی اچھی تربیت ہوجائے اور صالح معاشرہ تشکیل پا سکے۔

اللہ پاک اپنے پیارے حبیب کے صدقہ ہمیں اپنے گھروں میں اسلامی ماحول پیدا کرنے اور بچوں کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

✷ عبدالقادر مصباحی، خادم التدریس دارالعلوم غوثیہ نوریہ رامپور گھنہ، امروہہ، یوپی

حجاب کو چھوڑیے صاحب!
یہاں تو پستان چھپانا بھی جرم عظیم تھا (موج فکر)

آصف جمیل امجدی [انٹیا تھوک، گونڈہ] ✷

آر یس یس کے زہریلے خمیر سے نکلنے والی بی جے پی اپنی شرم ناک حرکتوں کے ذریعہ جب زمام حکومت سنبھالی تھی، اسی وقت ظاہر ہو چکا تھا کہ ہندو مسلم میں نفرتوں کی آبیاری کرنے والی یہ پارٹی مذہبی عداوتوں کی فصل اک دن ضرور کاٹے گی۔لیکن وہ اس میں اتنی جلد بازی کرے گی اس کا اندازہ ہرگز نہیں تھا۔ مذہب و شریعت میں دخل اندازی کر کے مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کر رکھی ہے۔شب و روز بے چینی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دی ہے۔خصوصی طور پر جب اسمبلی انتخابات قریب آتا ہے تو ہندو مسلم کے مابین نفرت کی کوئی نا کوئی بیج ضرور ڈالی جاتی ہے۔ زعفرانی پلے (पिल्ले) ابھی حالیہ اسلامی قانون حجاب کے خلاف واویلا مچائے ہوئے تھے۔جس پر میری قوم کی غیرت مند ننھی شہزادی "مسکان خان" نے اپنی ہمت و بہادری کا جوہر دکھاتے ہوئے زعفرانی گیدڑ بھبکیوں کو آن واحد میں ان کی اوقات یاد دلا دی۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان آتنکیوں کے خانۂ فکر میں مسلسل بھونچال برپا ہے۔۲۰۲۲ء کا حجابی سانحہ تاریخ ہند میں جلی حرفوں سے رقم کر دیا گیا ہے۔تا کہ نسل نو یہ جان سکے کہ ظالم حکمراں نے بھارتی مسلمانوں کے ساتھ کیسا جانب رویہ اختیار کر رکھا تھا۔کاش آر یس یس کے زہریلے زعفرانی خمیر اسلام پر شب خوں مارنے کی بجائے تاریخ ہند کا مطالعہ کئے ہوتے تو شاید دانتوں تلے انگلی داب لیتے اور ایسی نازیبا حرکتوں سے آئین ہند کو داغ دار نہ کرتے۔

۱۷۲۹ء کی بات ہے کہ بھارت کے نقشے میں ٹراونکوڑ کی سرزمین پر دل سوز آنکھوں کو نمناک کر دینے والا دردناک نا قابل بیان سانحہ تاریخ ہند میں بادشاہ وقت مرتھنڈ ورما کے دور حکومت میں ملتا ہے۔کہ بادشاہ مرتھنڈ ورما زمام حکومت کے ساتھ تخت شاہی پر بیٹھتے ہی قدیم بادشاہوں کی ریت رواج کے مطابق اپنا حکم نامہ نافذ کرتا ہے۔کہ فلاں فلاں اشیا پر آپ لوگوں کو ٹیکس دینا ہوگا فہرست ضوابط میں ایک ایسے ٹیکس کا ذکر تھا جسے انسانی کان نے کبھی سنا تھا اور نہ ہی ذہن انسانی نے اسے بھول کر بھی کبھی سوچا ہوگا۔" پستان ٹیکس/ بریسٹ ٹیکس" کے حوالے سے قانون لکھا ہوا تھا، جو نچلی قوم (دلت، او بی سی وغیرہ وغیرہ) کی خواتین پر خصوصی نافذ کیا گیا تھا۔کہ ان کے لیے اپنا پستان چھپانا سب سے بڑا جرم ہوگا، خلاف ورزی کی صورت میں ٹیکس (تاوان) دینا ہوگا۔ظلم کی انتہا اسی پر بس نہ ہوئی بلکہ بادشاہ کا حکم نامہ رعایا کو سنایا گیا کہ میری حدود سلطنت میں رہنے والے مرد و عورت کو حیات مستعار گزارنے کے لیے بادشاہ کے قانون پر عمل پیرا ہونا لازم و ضروری ہوگا۔(نچلی قوم اسلامی حکمرانوں کے علاوہ بلکہ ہر دور حکمرانی میں کچلی گئیں، ذلیل و رسوا کی گئیں) ظالم بادشاہ مرتھنڈ ورما کا خود

ساختہ گھناؤنا قانون یہ تھا کہ نچلی ذات کی خواتین خالص کمر سے لے کر پیر تک کے اعضا کو چھپا سکتی ہیں۔ پستان کو چھپانے کی انہیں قطعی کوئی اجازت نہیں ہے۔اسی کھلے سینے کے ساتھ ضرورت پڑنے پر خواتین کورٹ کچہری کا چکر بھی لگاتی تھیں۔ عظیم عہدے دار اور اعلیٰ افسران کی آمد پر عورتوں کو اپنا پستان کھول کر بات کرنی پڑتی تھی۔اس قانون سے باہر نکل کر زندگی گزارنے کا گویا تصور ہی مفقود ہو چکا تھا، کیوں کہ بادشاہ کے ڈر سے عام صورت حال میں بھی اسی طرح عورتیں رہنے لگی تھیں۔ شرم وحیا اس وقت دم بخود ہو کر رہ گئی جب کوئی خاتون غیرت کے مارے اپنا کھلا پستان چھپاتی اور وہ بڑا ہوتا تو اس جرم میں زیادہ ٹیکس ادا کرنا پڑتا۔اور اگر پستان چھوٹا ہوتا تو ٹیکس کم دینا پڑتا۔ (یہ بادشاہ وقت کا فرمان تھا کہ جس کا پستان بڑا ہوگا اس کو زیادہ ٹیکس دینا پڑے گا، باقاعدہ پستان کو ناپا جاتا تھا) ٹیکس افسران (Tex officer) کی ٹیم بلاناغہ ہر ہفتے ناڈر (nadar) وایزوا (ezhava) قوم کے پاس ٹیکس لینے آتی تھی۔ٹیکس کو کیلے کے پتے پر رکھ کر دینا ہوتا تھا۔آخر بادشاہ مرتھنڈا ورما کا یہ ظالمانہ کالا قانون کب تک چلتا ایک نہ ایک دن تو بھسم ہونا ہی تھا 1803ء میں ایزوا (ezhava) ذات (ایزوا نیچے ذات کو کہتے ہیں) میں نانگیلی نامی ایک بہادر خاتون کی تاریخی سوانح حیات ملتی ہے کہ اس خاتون نے تنِ تنہا نہایت ڈھٹائی سے بادشاہ وقت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔نانگیلی اپنے پستان کو ڈھک کر چلنے لگی تھی اور اس کا کہنا تھا کہ اب میں اسی طرح رہوں گی اور بریسٹ ٹیکس بھی نہیں دوں گی۔سماج میں یہ بات بڑی تیزی سے پھیلنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ لمحوں میں یہ بات ٹراونڈ راجہ تک پہنچ جاتی ہے۔راجہ یہ سن کر آگ بگولہ ہو جاتا ہے کہ کون ہے میری رعایا میں جس کی اتنی بڑی جرأت ہوئی کہ وہ میرے فرمان کے خلاف من مانی کرنے لگی۔اور فوراً ٹیکس اصولی کرنے والے اعلیٰ افسران کو طلب کر کے ہدایت کرتا ہے کہ جاؤ اور اس سے ہر حال میں ٹیکس لے کر آؤ۔دوپہر کے وقت ٹیکس افسران ٹراونکوڑ میں نانگیلی کے گھر پہنچتے ہیں اور ٹیکس کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن نانگیلی اور ان کے شوہر چرکنڈن دونوں بایک زبان ٹیکس دینے سے انکار کر دیتے ہیں۔لہذا افسران اور نانگیلی کے بیچ کافی بحث ومباحثہ ہوتا ہے اور نانگیلی کو نچلی ذات ہونے کی وجہ سے افسران نے بہت ٹارچر بھی کیا۔بالآخر یہ کہہ کر کہ" لا رہی ہوں ٹیکس" نانگیلی گھر کے اندر جاتی ہے اور پھر اپنا" ایک پستان کاٹ کر کیلے کے پتے پر رکھ کر افسران کے سامنے پیش کر دیتی"۔ یہ دیکھ کر موجودہ افسران کے ساتھ ٹراونکوڑ کی جنتا حواس باختہ ہو جاتی ہے۔اور نانگیلی کے جسم سے برابر خون جاری تھا جس سے موقع پر اس کی موت ہو جاتی ہے۔اس کے بعد ٹراونکوڑ کے راجہ مرتھنڈ ورما پر جگہ جگہ سے بہت پریشر پڑتا ہے کہ بریسٹ ٹیکس کو ہٹایا جائے۔احتجاج اتنا شدید تھا کہ بادشاہ کے کنٹرول سے باہر ہو چکا تھا۔لہذا بادشاہ کو اعلان کرنا پڑا کہ آج سے ایزوا ذات کی خواتین سے بریسٹ ٹیکس ہٹایا جا رہا ہے اور اب وہ اپنے بدن کو ڈھک کر رہ سکتی ہیں۔آپ نے دیکھا کہ ۱۷۲۹ء میں مرتھنڈ ورما راجہ نے یہ بریسٹ ٹیکس جیسا کالا قانون لگایا تھا جو کہ ۱۸۰۳ء تک چلا۔اور نانگیلی کی بے مثال قربانی کی وجہ سے ایزوا ذات کی خواتین کو ۱۸۰۳ء میں بریسٹ ٹیکس دینے سے نجات ملی۔اور انہیں پستان ڈھک کر چلنے کی اجازت دے دی گئی۔(آج بھی نانگیلی کی پوجا ٹراونکوڑ میں کی جاتی ہے۔) لیکن ٹراونکوڑ میں ابھی نادر (nadar) کمیونٹی کی خواتین سے بریسٹ ٹیکس کا قانون ہٹایا نہیں گیا تھا۔ناڈر قوم کی تاریخ بھی بہت تاریک تھی (اختصار سے پیش کر رہا ہوں) ناڈر کمیونٹی نے جب دیکھا کہ ایزوا کمیونٹی

سے بریسٹ ٹیکس کو ہٹالیا گیا۔تو پوری ناڈر کمیونٹی نے اپنے حق کے لیے اس کالے قانون کے خلاف ایسا احتجاج کیا جو ایک تاریخی احتجاج بن گیا اور یہ کئی دن تک لگاتار چلتا رہا۔۱۸۵۹ء میں برٹش حکومت اور ٹراونکوڑ کے راجہ کے بیچ نادر قوم کے احتجاج کو لے کر کافی بات چیت ہوئی۔ اس وقت مدراس کے گورنر ''چارلس ٹویلین''(Charles trevelyan) تھے آپ نے مرتھنڈ ورما پر کافی پریشر ڈالا تو بادشاہ نے ناڈر کمیونٹی سے بھی بریسٹ ٹیکس کو ہٹایا پھر بھی خفیہ طور پر ٹیکس لیا جاتا رہا۔۱۹۲۴ء میں جب آزادیٔ ہند کی لڑائی پورے چرم سیما پر تھی تب اس وقت اس کالے قانون (بریسٹ ٹیکس) سے نجات ملی تھی۔

آصف جمیل امجدی [انٹیا تھوک، گونڈہ]

(روزہ دار کو ٹھنڈک پہنچانے کی غرض سے غسل اور وضو کے علاوہ بار بار کلی کرنا مکروہ ہے)

مسئلہ نمبر (۹) روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔کلی میں مبالغہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بھر مونھ پانی لے اور وضو و غسل کے علاوہ ٹھنڈ پہنچانے کی غرض سے کلی کرنا یا ناک میں پانی چڑھانا یا ٹھنڈ کے لیے نہانا بلکہ بدن پر بھیگا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں ۔ ہاں اگر پریشانی ظاہر کرنے کے لیے بھیگا کپڑا لپیٹا تو مکروہ ہے کہ عبادت میں دل تنگ ہونا اچھی بات نہیں۔ (بہار شریعت جلد اول حصہ پنجم ص:۹۹۸)

مکتوبات:

قارئین کے مکتوبات

خنجر چلے کہیں پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اسی ہمدردی اور احترام انسانیت کا نتیجہ ہے کہ اس پرفتن دور (کہ جس میں لوگ انسانیت اور خدمت دین کے سچے جذبے سے عاری ہیں اور اپنی ہر نقل وحرکت کو طلب شہرت اور کسب مال کے لیے وقف کر چکے ہیں) میں حضرت مولانا نفیس القادری امجدی صاحب نے خدمت دین کے لئے سہ ماہی عرفان رضا کی شکل میں ایک عظیم شاہکار عطا فرما کر یہ پیغام دے دیا۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں مدیر اعلی صاحب اور ان کی ٹیم کے جملہ حضرات کو کہ ان کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج سہ ماہی عرفان رضا اردو زبان وادب کا آن لائن منفرد رسالہ بن چکا ہے تھوڑی سی مدت میں مقبولیت کے اعلی منازل طے کرتا ہوا نظر آرہا ہے اور اس کے قارئین میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور ہو بھی کیوں نہ اس لیے کہ جس کی سرپرستی صدر المدرسین، عمدۃ المحققین، جامع معقولات ومنقولات، عالم ربانی، شارح بخاری، حضرت العلام الشاہ الحاج مفتی محمد عاقل صاحب رضوی مصباحی پرنسپل جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف (اللہ رب العزت حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور عمر خضر عطا فرمائے) فرما رہے ہوں اور دور حاضر کے جدید اور فعال علما کی ٹیم ہمہ تن گوش ہو کر اس کی کامیابی کے لیے اپنے شب و روز قربان کر رہی ہو انہیں قارئین میں سے ایک راقم بھی ہے جس کو پہلے رسالے سے لے کر اس چوتھے رسالے تک اپنی مصروفیات کی وجہ سے مکمل طور پر مطالعہ کرنے کا شرف تو حاصل نہ ہو سکا مگر پھر بھی بعض مضامین اور بالخصوص اداریہ کے مطالعے سے اپنی معلومات میں اضافہ ضرور کرتا رہا۔

حسب معمول آج بھی جاری شدہ سہ ماہی عرفان رضا کے اداریہ کا ہی مطالعہ کر رہا تھا اور دل اور دماغ دونوں ہی سکون کے ساتھ ساتھ خوشی بھی محسوس کر رہے تھے اور دل ہر بار کی طرح اس بار بھی مطالعہ کرتے وقت عقل پر غالب آنے کی کوشش کر رہا تھا کہ چند الفاظ (سہ ماہی عرفان رضا اور اس کے مدیر اعلی کہ جنھوں نے بڑی قلیل مدت میں اپنی تحریروں اور اداریہ کے ذریعے یہ بتا دیا ہے کہ صحافت اور ادارت کس کو کہتے ہیں اور رسائل کی دنیا میں سہ ماہی عرفان رضا کو مقبولیت کے اس زیور سے آراستہ کرا دیا ہے جو سیم وزر کے بے بہا خزانے لٹانے کے بعد بھی حاصل نہیں ہو پاتا) لکھ دوں مگر اپنی کم علمی اور مادۂ افہام وتفہیم میں کجی کا احساس کرتے ہوئے اپنے اٹھے ہوئے قلم اور کھلے ہوئے ورق کو ہر بار سمیٹنے پر مجبور ہو جاتا مگر آج جیسے ہی اداریہ کے مطالعہ سے فارغ ہوا تو نہ صرف دل نے عقل کی مخالفت کی بلکہ عقل کو مغلوب ہونے پر بھی مجبور کر دیا تو چند الفاظ اپنے مجہول قلم کی نوک

سے زیب قرطاس کردیے۔

اللہ رب العزت میرے ان الفاظ کو سہ ماہی عرفان رضا کے معاونین مشاورین اور بالخصوص مدیر اعلی صاحب کے حق میں حوصلہ بخش بنائے۔

میری نیک تمنائیں اور دعائیں ہیں اللہ رب العزت عرفان رضا کو خوب پروان چڑھائے اور جب تک زمین پر متاع لوح و قلم باقی ہے اس کو سبز و شاداب رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

احقر مظفر حسین مصباحی
خادم رضائے مصطفی
کندرکی، مرادآباد

مصلح اعظم نمبر بابِ رضویات میں تحقیقی دستاویز

پچھلے دو سالوں میں درجن بھر سے زائد دینی رسائل و جرائد کا وجود عمل میں آیا ہے، جو نہایت خوش گوار اور خوش آئند ہے۔ انہیں میں ایک اہم اور مستند رسالہ ''سہ ماہی عرفانِ رضا'' بھی ہے جس نے بہت ہی کم مدت میں اپنی الگ شناخت بنانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اور اہلِ علم و دانش کی نظر میں ایک معیاری رسالے کی حیثیت سے متعارف ہوا ہے۔

محبِ مکرم، ادیبِ شہیر حضرت مولانا نفیس القادری امجدی صاحب قبلہ کی جانب سے تحفتاً ملنے والا ''سہ ماہی عرفانِ رضا مرادآباد'' کا خصوصی شمارہ ''مصلح اعظم نمبر''، مکمل آب و تاب، خوب صورت اور دیدہ زیب ٹائٹل اور عمدہ مضامین کے ساتھ مطالعہ کی میز پر دعوتِ نظارہ دے رہا ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی مختلف الجہات شخصیت کے تابندہ نقوش، مجددِ اہلِ سنت کے اصلاحی کارنامے، فرقہائے باطلہ کے رد و ابطال اور بدعات و خرافات کے سدباب میں آپ کی بے لوث خدمات یکجا کیے گیے ہیں۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے اپنی مکمل حیاتِ مستعار دینی و ملی خدمات میں وقف کر دیا تھا اور آج ایک صدی گزر چکی ہے مگر آپ کی علمی، دینی، فقہی، روحانی، سماجی، سیاسی، اور سائنسی خدمات کی چمک دمک تا ہنوز باقی ہے۔ وہ اپنی زندگی میں بھی مرجعِ خلائق تھے اور آج بھی آپ کی تعلیمات منبع ہدایت اور مرکز توجہ ہیں، آپ کی اعلیٰ دینی خدمات کی بنا پر میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تا قیامِ قیامت ان کے نورِ علم سے پورا عالم منور و تابناک ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ! اُس ہمہ جہت شخصیت کی بارگاہِ ناز میں اربابِ علم و دانش نے جداگانہ انداز میں خراج پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ آپ کے ترجمۂ قرآن و تفسیر، حدیث و اصولِ حدیث، منطق و فلسفہ، ہیت و نجوم، توقیت و جفر، شعر و شاعری، ارضیات و فلکیات، سماجیات اور طبعیات وغیرہ پر کچھ تو کام ہوا ہے اور بہت حد تک مزید کام کی ضرورت ہے۔ ان شاء اللہ اہلِ علم ان کی خدماتِ جلیلہ و جمیلہ کو منظرِ عام پر لاتے رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے دینی و سماجی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر کام کرتے ہوئے سہ ماہی ''عرفانِ رضا'' کی پوری ٹیم نے ایک ایسا تاریخی کام انجام دیا ہے جو تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف میں لکھے جائیں گے، امید قوی ہے کہ یہ خصوصی شمارہ اہلِ تحقیق کے لیے ''ماخذ'' کی حیثیت رکھے گا اور مستند دستاویز کی شکل میں اہلِ بصیرت کی نگاہوں کو جلا بخشتا رہے گا۔

میں مدیرِ اعلیٰ مولانا نفیس القادری امجدی کے ساتھ، مجلسِ

ادارت کے جملہ اراکین، معاونین، محبین، مخلصین اور محررین کو خصوصی شمارہ ''مصلحِ اعظم نمبر'' کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ رب عزوجل شمارے کو مقبولِ انام بنا دے اور مزید دینی خدمات کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعا گو:

محمد عامر حسین مصباحی،

رسول گنج عرف کوئلی

مدیر: سہ ماہی پیامِ بصیرت، سیتامڑھی

۳۰/ مارچ ۲۰۲۲ء بروز بدھ

تہنیت نامہ

مسلسل تعلیمی مصروفیات کے بعد آج ۳۰/ مارچ ۲۰۲۲ بمطابق ۲۶/ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ کو جب میں نے سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد آن لائن شمارہ کا مطالعہ کیا تو جب میری نظر حضرت مولانا نفیس القادری امجدی صاحب کے مقالہ (حضرت قطب وقت خواجہ عبدالسلام نقشبندی عباسی ایک مرد حق آگاہ) پر پڑی تو اس کو پڑھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک ملی، دل کو سکون وقرار نصیب ہوا، اس مقالہ کو بار بار پڑھا کیونکہ یہ مقالہ سراج السالکین فخر العارفین عارف باللہ قطب الاقطاب حضور خواجہ عبدالسلام نقشبندی عباسی علیہ الرحمۃ والرضوان کی اس مبارک ذات بابرکات سے وابستہ ہے جس سے میرا خونی رشتہ ہے، مکمل پڑھنے کے بعد تو فرط جذبات میں دل خوشی سے جھوم اٹھا، بلکہ مسرت و شادمانی کی اس کیفیت کو قید تحریر میں لانا ممکن ہی نہیں ہے، میں اپنی قسمت پر نازاں ہوں مجھ ناچیز گناہ گار کو اللہ رب العزت نے ان برگزیدہ بندوں کی اولاد ہونے کا شرف بخشا، جو کئی جہتوں سے اپنے اقران میں ممتاز تھے، جو صرف دین داری سے تعلق رکھتے، دنیا داری سے کوسوں دور رہتے، جس کی ہر ادا سنت مصطفٰی میں ڈھلی تھی، جس کے اندر فقر بوذر، سوز رومی اور عشق جامی کی جھلک پائی جاتی تھی، جو صحیح معنوں میں نمونہ اسلاف، جو عالم بھی تھے اور عامل بھی، جو پیکر اخلاص اور زہد وتقویٰ کا مجسمہ تھے، تقریباً مرادآباد میں اردو زبان کا پہلا آن لائن رسالہ ہے جو قلیل مدت میں شدید شہرت کا حامل ہے، میں اس کی تمام ٹیم، معاونین و مشاورین اور بالخصوص ایڈیٹر حضرت علامہ و مولانا محمد ناظر القادری مصباحی صاحب قبلہ و چیف ایڈیٹر حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی صاحب کا مشکور وممنون ہوں، بڑی مسرت و شادمانی کی بات ہے کہ اس رسالہ سہ ماہی عرفانِ رضا کی سرپرستی جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی (پرنسپل وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف) فرما رہے ہیں، میری نیک تمنائیں اور دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، بہت ساری دعاؤں کے ساتھ میں امید کرتا ہوں کہ سہ ماہی عرفان رضا آن لائن شمارہ اپنے سفر کو اسی جوش وجذبے سے جاری رکھے، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اور پروان چڑھائے، آپ کی گراں قدر دینی و علمی خدمات کو شرف قبول کا اعزاز بخشے، آپ کو خوب ترقیات سے نوازے اور جس جذبۂ خلوص، قلندرانہ صفات اور خود اعتمادی کے ساتھ قدم اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ اس مقصد میں آپ کو کامیابی عطاء فرمائے، رسالہ سہ ماہی عرفانِ رضا کے جملہ معاونین محبین اور مخلصین کا بھرپور اعتماد حاصل ہو، ہم سب کو اللہ تعالیٰ عمل صالح کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین!

راقم الحروف:

محمد دانش سلامی، متعلم الجامعۃ العلیمیہ جمدا شاہی (بستی)

اظہار مسرت

میرے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں کاپی ہے اور لکھنے کا ارادہ ہے تاثر اور وہ بھی سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد کے خصوصی شمارہ ''مصلح اعظم نمبر'' پر مطالعہ کرنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم۔ ماشاءاللہ! مضمون نگار علمائے کرام نے تحقیقات کے وہ جواہر لٹائے ہیں کہ انسان انگشت بہ نداں رہ جائے، ہر صاحب قلم نے اپنے اپنے مضمون کا حق اس طرح ادا کیا ہے کہ ہر قاری بے ساختہ سبحان اللہ پکار اٹھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب اس کے پیچھے فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی صاحب کا خلوص اور ان کے دست و بازو، حضرت علامہ مولانا محمد ناظر القادری مصباحی، حضرت علامہ مولانا شہباز عالم مصباحی، حضرت مفتی افتخار الحسن امجدی، حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی جیسے ذی استعداد علمائے کرام کی قدم قدم پر دامے درمے قدمے سخنے طور پر غیر معمولی کوششیں شامل ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس شمارہ کو ایک عظیم شخصیت کی عظیم سرپرستی نے گراں قدر بنادیا اس عظیم شخصیت سے میری مراد استادی و استاد العلماء شارح صحیح بخاری جامع معقول و منقول حضرت مفتی محمد عاقل رضوی مدظلہ العالی پرنسپل و شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہیں۔

رب کعبہ سہ ماہی عرفان رضا کی پوری ٹیم کو کونین کی بھلائیاں عطا فرمائے، تمام مقاصد حسنہ کی تکمیل فرمائے، اور مزید علمی کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین۔

بندہ اثیم:

محمد عاصم القادری منظری ڈھکیاوی غفرلہ

8475934314

اظہار خیال

السلام علیکم

ماشاءاللہ بہت اچھا قدم ہے۔ اللہ اس سعی کو قبول فرما کر استحکام بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ماشاءاللہ آپ کا کالم درس قرآن کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بہت ہی عمدہ اور نفیس انداز میں مفہوم قرآن کو طالبان علوم قرآن تک پہونچانے کی سعئ حسن فرمائی ہے۔ آپ کے کالم درس قرآن میں علم لغت، صرف، نحو، معانی، بیان، تفسیر، کلام اور فقہ کو بہت ہی دلکش پیرائے میں بیان کرنا شارح قصیدۂ بانت سعاد دولت آبادی کی یاد تازہ کررہا ہے نیز غیر منقوط ترجمہ درس کے حسن کو اوج کمال تک پہونچانے اور اس کو ممتاز بنانے میں مثالی کردار ادا کررہا ہے۔ اللہ عز وجل سے دعا ہے کہ استاذ کریم حضرت مولانا ناظر القادری مصباحی حفظہ اللہ کو مزید خدمت قرآن کرنے کی توفیق بخشے اور علوم قرآن کو حضرت کے قلب و ذہن پر مزید سے مزید تر القا فرمائے، اور اس رسالہ کو شب و روز کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد ظہیر مصباحی، کشمیر

سہ ماہی عرفان رضا جاری رہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ ماشاءاللہ تبارک اللہ! اس وقت میرے پیش نظر مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب مشرب صدر الافاضل کا ترجمان سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد کا چوتھا شمارہ ہے، اور اس سے پہلے بھی الحمد للہ تین شمارے پڑھنے کا موقع ملا۔ جس میں ایک ''مصلح اعظم نمبر'' بھی قابل ذکر ہے جس کو ''سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد'' کی جانب سے عرس رضوی کے موقع پر پیش کیا

گیا ماشاءاللہ یہ بہت ہی فرحت ومسرت کی بات ہے، اور یہ بہت ہی عمدہ پہل ہے، بڑا کام کام کیا جا رہا ہے اس کام کو جاری رکھا جانا چاہیے۔ ''سہ ماہی عرفان رضا'' کے ذریعہ مغربی اتر پردیش کے قلم کاروں کی نت نئی موضوعات پر تحریروں کو پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔

مغربی اتر پردیش والوں کی جانب سے جس چیز کی کمی کئی برسوں سے محسوس کی جارہی تھی اس کمی کو حضرت مولانا محمد نفیس القادری امجدی زیدشرفہ اور حضرت علامہ ناظر القادری مصباحی حفظہ اللہ الباری نے پورا کر کے بہت بڑی ذمہ داری نبھائی ہے۔

ساتھ ہی دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان تمام حضرات کو سلامت رکھے باکرامت رکھے جنھوں نے اس کار خیر میں دامے، درمے یعنی روپے پیسے سے قدمے یعنی عمل سے سخنے یعنی بات سے گویا جس طرح سے بھی کوئی مدد کی ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

یکے از فرزندانِ اشرفیہ

محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی

ماشاءاللہ، سبحان اللہ تعالیٰ! عزیزم رفیقی کرم و شفیقی ہمدم محب گرام وقار حضرت مولانا محمد نفیس القادری صاحب قبلہ دین و سنیت کے کام میں بہت کوشاں ہیں دعا گو ہوں اللہ پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں موصوف کی اس سعی کو قبول بارگاہ فرمائے آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین۔

محمد ریاست حسین

نگر پنچایت ڈھکیا ضلع مرادآباد

ماشاءاللہ سبحان اللہ! واقعی اس رسالے کو پڑھنے کے بعد دل خوش ہو جاتا ہے بہت ہی عمدہ خیز مضامین اس رسالے کے اندر موجود ہیں دعا گو ہوں اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس رسالے کو خوب خوب بلندی عطا فرمائے اور اس رسالے کے مدیر اعلی کو اور ساری ٹیم کو خوب عروج و بلندی عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مقیم رضا غزالی

مرادآباد

نعت ومنقبت

نعت و منقبت

نعت شریف

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
کرے مصطفی کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
یہ نہیں کہ خلد نہ ہو وہ نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

منقبت درشان حضور محدث کبیر

مخزن عرفان و حکمت ہیں ضیاء المصطفی
معدن علم و فقاہت ہیں ضیاء المصطفی
مصطفی کی روشنی ہے نام حضرت سے عیاں
عاشق ماہ نبوت ہیں ضیاء المصطفی
وہ فقیہ ابن فقیہ ہیں اور ولی ابن ولی
مظہر صدر شریعت ہیں ضیاء المصطفی
کشور تدریس کے سلطان بے شک آپ ہیں
تاج دار استقامت ہیں ضیاء المصطفی
ہر اصولی اور فروعی مسئلے کے باب میں
صاحب تاج شریعت ہیں ضیاء المصطفی
دور حاضر میں سہولت رخصتوں کے درمیاں
رہ رو راہِ عزیمت ہیں ضیاء المصطفی
آپ ممتاز فقیہاں ، آپ دقاق حدیث
مجمع بحرین رفعت ہیں ضیاء المصطفی
ہر ادائے ناز ہے تعبیر سنت آپ کی
پیکر زہد و عبادت ہیں ضیاء المصطفی
سایۂ بوفیض کا فیضان ہے جس ذات پر
ہاں وہی بحر طریقت ہیں ضیاء المصطفی
ناظرؔ عاصی بیاں کیا کر سکے وصف ضیاء
مرکز اوصاف مدحت ہیں ضیاء المصطفی

نتیجہ فکر: محمد ناظر القادری مصباحی
خادم التدریس جامعہ قادریہ مجیدیہ بشیر العلوم بھوجپور

خبرنامہ:

خیر وخبر

خوش خبری

محترم قارئین! یہ بتاتے ہوئے بڑی فرحت ومسرت ہو رہی ہے کہ سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد ٹیم کے سرپرست اعلی، استاذ العلما جامع معقولات ومنقولات شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد عاقل رضوی مصباحی صاحب قبلہ مدظلہ العالی پرنسپل و شیخ الحدیث مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی علمی کاوش امداد القاری بشرح صحیح البخاری کی دوسری جلد بحمدہ تعالیٰ بہت جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔ ان شاء اللہ تعالی۔ اس سے قبل عرس اعلی حضرت کے موقعہ پر امداد القاری بشرح صحیح البخاری کی جلد اول کا رسم اجرا ہوا تھا۔

اللہ رب العزت جل جلالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے علم وعمر میں خوب برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منجانب: ٹیم سہ ماہی عرفان رضا مرادآباد

قادیانی مسلمان نہیں

الحمدللہ مجھے بڑی خوشی ہوئی یہ خبر پڑھ کر آپ بھی ضرور پڑھیں:

الحمدللہ ثم الحمدللہ بڑی مسرت وشادمانی کے ساتھ یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ شرعی بورڈ آف نیپال کی پہلی کاوش کتاب (قادیانی مسلمان نہیں) کا رسمِ اجرا کیا جارہا ہے ہماری جماعت اہل سنت کے علمائے کرام ومفتیان عظام نے ردِ مذہب قادیانیت پر ایک مفصل و مدلل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جسے مطالعہ کے بعد کافی مفید تر پایا اور آج ۱۳/اپریل ۲۰۲۲ء بروز بدھ باضابطہ اس کا رسم اجرا ہوا ہے۔

دعا ہے کہ رب قدیر اس کتاب کو عام لوگوں کے لئے بھی مفید سے مفید تر بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعاگو:

محمد شمس الدین نوری

خازن آل نیپال سنی جمیعۃ العلماء ومرکزی ادارہ شرعیہ، نیپال

جنک پور، دھام